ماہنامہ

دخترانِ اسلام لاہور

دسمبر 2020ء

خود احتسابی فکری انقلاب کی جانب پہلا قدم ہے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

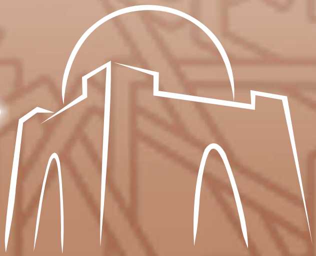

قائداعظمؒ اور محبت رسول ﷺ

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا خواتین کیلئے مشعل راہ

37 ویں عالمی میلاد کانفرنس 2020ء

رپورٹ

خوشحال اور پُرامن معاشرہ مگر کیسے؟

منہاج القرآن انٹرنیشنل کے زیر اہتمام 37 ویں سالانہ عالمی میلاد کانفرنس

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام مرکزی سیکرٹریٹ پر ضیافت میلاد کا انعقاد

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ لاہور

دخترانِ اسلام

جلد: 27 شمارہ: 11 / ربیع الثانی / جمادی الاول ۱۴۴۲ھ / دسمبر 2020ء

زیرِ سرپرستی

بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر

قرۃ العین فاطمہ

ڈپٹی ایڈیٹر

نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، ہادیہ خان، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سمیعہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم

گرافکس: عبدالسلام ـــ فوٹوگرافی: قاضی محمودالاسلام

فہرس

اداریہ

(بانی پاکستان ملت اسلامیہ کے نبض شناس بھی تھے) 4

فکرِ شیخ الاسلام

خود احتسابی فکری انقلاب کی جانب پہلا قدم ہے — مرتبہ: نازیہ عبدالستار 5

رشوت ایک معاشرتی ناسور — ڈاکٹر فرخ سہیل 10

خوشحال اور پرامن معاشرہ مگر کیسے؟ — سمیعہ اسلام 13

قائداعظمؒ اور محبت رسول ﷺ — سعدیہ کریم 17

ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ خواتین کیلئے مشعلِ راہ — ام حبیبہ رضا 20

آپ کی صحت: بچوں کی صحت کو کیسے بہتر کیا جائے؟ — ویشاء وحید 25

آپ کے سوالات اور شرعی جوابات — فریدہ سجاد 27

گلدستہ: خشک میوہ جات اور ان کے طبی فوائد — حافظہ سحر عنبرین 30

37 ویں عالمی میلاد کانفرنس 2020ء — رپورٹ 33

Import of Economic Development for the Progress of Developing Countries (Hadia Saqib Hashmi) 40

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

بدلِ اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیلِ زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ.

(التحریم، ٦٦: ٧، ٨)

”اے کافرو! آج کے دن کوئی عذر پیش نہ کرو، بس تمہیں اسی کا بدلہ دیا جائے گا جو کرتے رہے تھے۔ اے ایمان والو! تم اللہ کے حضور رجوعِ کامل سے خالص توبہ کرلو، یقین ہے کہ تمہارا رب تم سے تمہاری خطائیں دفع فرما دے گا اور تمہیں بہشتوں میں داخل فرمائے گا جن کے نیچے سے نہریں رواں ہیں جس دن اللہ (اپنے) نبی (ﷺ) کو اور اُن اہلِ ایمان کو جو اُن کی (ظاہری یا باطنی) معیّت میں ہیں رسوا نہیں کرے گا، اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کے دائیں طرف (روشنی دیتا ہوا) تیزی سے چل رہا ہوگا وہ عرض کرتے ہوں گے: اے ہمارے رب! ہمارا نور ہمارے لیے مکمل فرما دے اور ہماری مغفرت فرما دے، بے شک تو ہر چیز پر بڑا قادر ہے“۔

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رضي الله عنهما قَالَ: عَطِشَ النَّاسُ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَالنَّبِيُّ ﷺ بَيْنَ يَدَيْهِ رِكْوَةٌ فَتَوَضَّأَ، فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ، فَقَالَ: مَالَكُمْ؟ قَالُوْا: لَيْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ وَلَا نَشْرَبُ إِلَّا مَا بَيْنَ يَدَيْكَ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الرِّكْوَةِ، فَجَعَلَ الْمَاءُ يَثُوْرُ بَيْنَ أَصَابِعِهِ كَأَمْثَالِ الْعُيُوْنِ، فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ: كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: لَوْ كُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَكَفَانَا، كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ وَأَحْمَدُ.

”حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ حضور نبی اکرم ﷺ کے سامنے پانی کی ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی آپ ﷺ نے اس سے وضو فرمایا: لوگ آپ ﷺ کی طرف جھپٹے تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس وضو کے لئے پانی ہے نہ پینے کے لئے۔ صرف یہی پانی ہے جو آپ کے سامنے رکھا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے (یہ سن کر) دستِ مبارک چھاگل کے اندر رکھا تو فوراً چشموں کی طرح پانی انگلیوں کے درمیان سے جوش مار کر نکلنے لگا چنانچہ ہم سب نے (خوب پانی) پیا اور وضو بھی کر لیا۔ (سالم راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس وقت آپ کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی سب کے لئے کافی ہو جاتا، جبکہ ہم تو پندرہ سو تھے۔“

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص ٦٦٦، ٦٦٧)

خواب

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیبِ نوی ہے
غارت گر کاشانۂ دینِ نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے، تو مصطفوی ہے
(کلیات اقبال، بانگِ درا، ص:۲۸۳)

تعبیر

ہمارے رسول ﷺ کا حکم ہے کہ ہر مسلمان کے پاس قرآن کا نسخہ ہونا چاہیے اور اسے اپنا عالم خود بننا چاہیے (قرآن سے صحیح ہدایت حاصل کرکے) لہٰذا اسلام محض روحانی عقائد اور ایمان یا رسومات تک محدود نہیں ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطہ ہے جو پورے معاشرے کی اجتماعی اور انفرادی زندگی کو اپنے اصولوں پر کاربند کرتا ہے۔

(عید کا پیغام 8 ستمبر 1945ء)

تکمیل

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ مجھے زمین کی کنجیاں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔ زمین کی کنجیوں کا اشارہ دراصل ان فتوحات کی طرف تھا جو بعد کے ادوار میں ہوتی رہیں اور اگلے کئی سو سالوں تک ہوتی رہیں گی جن میں بنوامیہ، بنوعباس اور خلافت عثمانیہ تک کا دور بھی شامل ہے کہ ان ادوار میں امت مسلمہ کی حدود کی توسیع ہوئی گویا ہزار سال کے عرصہ تک شرق تا غرب، شمال تا جنوب اور اطراف و اکناف عالم میں فتوحات ہوتی رہیں جس کے نتیجے میں اسلام کی سلطنت و خلافت اور حکومت وسیع سے وسیع تر ہوتی رہیں۔ اس دور تک کو آقا علیہ السلام دیکھ کر فرمارہے ہیں کہ مجھے فتوحات ارضی کی کنجیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ میری امت کو فتوحات حاصل ہوں گی، تم غلبہ حاصل کرتے چلے جاؤ گے اور میری امت اور میرا دین وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا جائے گا اور میری امت اور میرے دین کا پھیلاؤ مشارق سے لے کر مغارب تک جائے گا۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ دین اسلام کی جغرافیائی حدود یورپ کے حصے، مشرق وسطیٰ، ترکمانستان، وسطی ایشیائی ریاستوں، ہندوستان اور افریقہ تک پھیل چکی ہیں۔ (ماخوذ از خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، مجلّہ منہاج القرآن جنوری 2011ء)

اداریہ

بانی پاکستان ملت اسلامیہ کے نبض شناس بھی تھے

ہر سال 25 دسمبر کے دن بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کا یوم پیدائش منایا جاتا ہے، اس دن سیاسی، سماجی، جماعتیں، تنظیمیں، حکومتی شخصیات بانی پاکستان کی قومی و ملی خدمات کے تناظر میں انہیں خراج تحسین پیش کرتی ہیں اور ان کی خدمات کو سراہتی ہیں، یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ مشاہیر اور قومی محسنوں کے ساتھ ہماری وابستگی فقط بیان بازی تک محدود ہو کر رہ گئی ہے، اگر قومی میڈیا مختلف ایام اور تہواروں کے مواقع پر خصوصی ٹرانسمیشن جاری نہ کرے تو شاید قومی رہنماؤں اور محسنوں کے بارے میں الفاظ کے اظہار کا تکلف بھی ختم ہو کر رہ جائے، من حیث الجموع ہم قومی رہنماؤں، مشاہیر اور اللہ رب العزت کی چنیدہ شخصیات کی فکر کو عمل کے قالب میں ڈھالنے کی طرف متوجہ نہیں رہے، قومی محسنوں کے بارے میں اظہار خیال فقط رسمی گفتگو تک محدود ہو کر رہ گیا ہے، بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ محض پاکستان کے بانی ہی نہیں ہیں بلکہ وہ ایک دانشور، ملتِ پاکستانیہ کے نبض شناس بھی تھے، انہوں نے تحریک پاکستان کے دوران آزادی کے لئے جدوجہد کرنے کے ساتھ ساتھ قوم کے ہر طبقہ کی تربیت بھی کی جن میں خواتین، نوجوان، تاجر، صنعت کار، سیاستدان، استاد، بیوروکریٹس، ججز، صحافی، کسان، مزدور سبھی شامل تھے، بانی پاکستان کی تربیتی مساعی کا مرکز و محور دیانت داری، فرض شناسی اور کردار سازی تھا، وہ سمجھتے تھے ایک اچھے انسان اور مسلمان کے لئے صاحب کردار ہونا ناگزیر ہے، بانی پاکستان جو کہتے تھے وہ خود بھی ان افکار و ہدایات پر عمل پیرا رہتے تھے، وہ ایک راست گو، سچے، کھرے مسلمان اور ملت کے ہمدرد تھے، بانی پاکستان فرماتے تھے کہ عزت، خودداری، دیانتداری، عزم کی پختگی کا نام کردار ہے، ان تمام خصوصیات کا بدرجہ اتم موجود ہونا بلندی کردار کہلاتا ہے، قوم کے اجتماعی مفاد کے لئے افراد کا اپنے آپ کو قربان کر دینے کے لئے ہمہ وقت آمادہ و تیار رہنا کردار کی معراج ہے، بانی پاکستان نے تحریک پاکستان کے دوران جب خواتین کو ”لے کے رہیں گے پاکستان“ کے مطالبہ پر جانثار پایا تو ان کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی اور وہ فرماتے تھے کہ مسلمان عورتیں بدل رہی ہیں، یعنی وہ اپنے حقوق سے نہ صرف آشنا ہیں بلکہ ان حقوق کو حاصل کرنے کے لئے پرعزم بھی ہیں اور اس جدوجہد میں ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے پوری طرح تیار بھی ہیں۔ بانی پاکستان کی سیاسی جدوجہد کا فکری محور قرآن و سنت تھا، اگر ان کے خطابات اور فرمودات کا عمیق نظری سے مطالعہ کیا جائے تو جگہ جگہ ان کے قرآن و سنت سے لئے گئے افکار کا تذکرہ ملتا ہے، ایک موقع پر بانی پاکستان نے فرمایا ”قرآن مجید کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں، زندگی کا روحانی پہلو ہو یا سیاسی، معاشرتی پہلو ہو یا معاشی غرض یہ کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو“۔ ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا ”وہ کون سا رشتہ ہے جس میں تمام مسلمان منسلک ہو کر جسد واحد کی طرح ہو جاتے ہیں؟، وہ رشتہ خدا کی کتاب قرآن مجید ہے، ایک خدا، ایک رسول، ایک امت“ بانی پاکستان اتحاد بین المسلمین کے بھی بہت بڑے داعی تھے، تحریک پاکستان کو مسلکیت اور فرقہ واریت سے پاک صاف رکھنا ان کا ایک بڑا کارنامہ ہے، یہ توفیق اور طاقت انہیں اخلاص نیت کے سبب حاصل ہوئی، آج اگر ہم کردار سازی اور اتحاد بین المسلمین کے باب کے ضمن میں معاصرین شخصیات اور تحریکوں پر نگاہ دوڑائیں تو اس باب میں تحریک منہاج القرآن اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری واحد، معتبر اور قدر آور شخصیت نظر آتی ہیں جو بیک وقت تعلیم و تربیت، کردار سازی، بیداری شعور اور اتحاد امت کے لئے دن رات کوشاں ہیں، شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی تعلیمی، تربیتی مساعی سے ہر طبقہ کے افراد ثمر بار ہو رہے ہیں اور ان خدمات کے ثمرات سے پاکستان سمیت دنیا بھر میں لاکھوں نوجوان مستفید ہو رہے ہیں جن میں خواتین سرفہرست ہیں، منہاج القرآن کے تعلیمی، تربیتی کردار کے باعث خواتین اسلام کی سفیر بن کر قریہ قریہ دعوت و تبلیغ کا کام انجام دے رہی ہیں۔ قرآن و سنت کی تعلیمات، مشاہیر اور قومی محسنوں کی فکر کو جس انداز سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ملت اسلامیہ تک پہنچایا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اللہ رب العزت بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ کے درجات بلند فرمائے اور ملت پاکستانیہ کو ان کی سیاسی، فکر پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔

فکرِ شیخ الاسلام

خود احتسابی فکری انقلاب کی جانب پہلا قدم ہے

نتیجہ خیزی کے لئے پرخلوص جدوجہد شرط اولین ہے

مومن کا دل خشیتِ الٰہی، محبتِ الٰہی اور ادبِ الٰہی کی حلاوت سے لبریز ہوتا ہے

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ. (الانفال،۸: ۲)

’’ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل (اس کی عظمت و جلال کے تصور سے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ (کلامِ محبوب کی لذت انگیز اور حلاوت آفریں باتیں) ان کے ایمان میں زیادتی کر دیتی ہیں اور وہ (ہر حال میں) اپنے رب پر توکل (قائم) رکھتے ہیں (اور کسی غیر کی طرف نہیں تکتے)‘‘۔

دنیا میں کوئی بھی کام اچھی اور بھرپور تیاری کے بغیر نہیں ہوسکتا جس کام کی تیاری اچھی نہ ہو یا تو وہ کام پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتا اور اگر وہ پہنچ بھی جائے تو معیاری نہیں ہوتا اقامت دین اور غلبہ اسلام کا عظیم انقلابی کام کئی گنا بڑھ کر بھرپور تیاری کا تقاضا کرتا ہے۔ تیاری کی دو سطحیں ہیں۔ ایک اپنی ذات کی سطح اور ایک معاشرے کی سطح۔

انقلاب کی ایک ترتیب ہے جب تک ذات میں انقلاب نہیں آئے گا اس وقت ملک میں انقلاب نہیں آئے گا۔ جب تک ملک میں انقلاب نہیں آئے تو اس وقت تک بین الاقوامی سطح پر انقلاب نہیں آئے گا۔

نتیجہ خیزی پیدا نہ ہونے کی وجہ

معاشرے کی اصلاح کے لیے جو ضابطہ اور ترتیب قرآن مجید اور سیرت طیبہ سے ملی ہے ان بنیادی قدروں کو کسی صورت بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے مگر ہم کچھ اہم چیزوں کو سنتے اور سمجھتے نہیں اور اگر سمجھتے ہیں تو صرف ذہنی سطح پر سمجھتے ہیں قلب میں نہیں اتارتے۔ اگر دل میں بھی اتر جائے مگر عمل کے سانچے میں نہیں ڈھالتے اس طرح ان چیزوں کو ہم خود نظر انداز کرتے چلے جاتے ہیں اور پھر سوچتے ہیں کہ نتائج پیدا کیوں نہیں ہوئے؟ بات بالکل واضح ہے کہ جب ہم نے ابتدائی شرط پوری نہیں کی تو نتائج کا پیدا ہونا کیسے ممکن ہے؟

نتائج کب پیدا ہوتے ہیں؟

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ.

’’اور اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کیا کرو اگر تم ایمان والے ہو‘‘۔ (الانفال،۸: ۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے نتیجہ خیزی کے لیے یہ شرط لازمی رکھی کہ تم سچے اور پکے مومن بن کر کوشش کرو مزید فرمایا: کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع کا رنگ اپنے اوپر نہ چڑھا لے لہذا نتیجہ خیزی کے لیے مومن بنا ضروری ہے اور مومن کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اتباع لازمی ہے اس کے علاوہ

اللہ تعالیٰ نے مومنین کی علامات بھی بتائی ہیں۔

مومن کی پہلی علامت

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ .

''ایمان والے (تو) صرف وہی لوگ ہیں کہ جب (ان کے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (تو) ان کے دل (اس کی عظمت و جلال کے تصور سے) خوفزدہ ہو جاتے ہیں''۔(الانفال،۸:۲)

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے انما لاکر حصر اور تاکید پیدا کی ہے۔اے انقلاب کی راہ پر چلنے والو! مومن وہ لوگ ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خشیت الٰہی، محبت الٰہی اور ادب الٰہی سے کانپ جاتے ہیں۔ ان کے اندر لذت، حلاوت اور کیف و سرور کے جذبات مچل جاتے ہیں۔خوف و رجاء اور ادب کی اس کیفیت کا نام ایمان ہے۔

مومن کی دوسری علامت

وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا . (الانفال،۸:۲)

''اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ (کلامِ محبوب کی لذت انگیز اور حلاوت آفریں باتیں) ان کے ایمان میں زیادتی کر دیتی ہیں''۔

مومن کی دوسری علامت یہ ہے کہ جب اس کے سامنے آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے، کمزور یقین پختہ ہوجاتا ہے، شمع ایمان کی جو ٹمٹما رہی ہوتی ہے اور بجھنے کے قریب ہوتی ہے۔ دوبارہ بھڑک اٹھتی ہے، اندھیروں کو منور کرنے لگتی ہیں اور مایوسیوں کو امیدِ نو بہار کا مژدہ سنانے لگتی ہیں۔

مومن کی تیسری علامت

وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ . (الانفال،۸:۲)

''اور وہ (ہر حال میں) اپنے رب پر توکل (قائم) رکھتے ہیں (اور کسی غیر کی طرف نہیں تکتے)''۔

مومنین کی تیسری علامت بتلاتے ہوئے فرمایا کہ ظاہری حالات سازگار ہوں یا نہ ہوں انہیں یقین ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ پر چل رہے ہیں وہ خود ہی اسباب پیدا کردے گا لہٰذا مومنین ظاہری اسباب کو بروئے کار لاتے ہیں مگر بھروسہ اسباب پر نہیں بلکہ مسبب الاسباب پر کرتے ہیں۔

مومن کی چوتھی علامت

اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ . (الانفال،۸:۳)

''(یہ) وہ لوگ ہیں جو نماز قائم رکھتے ہیں''۔

یعنی مومنین اللہ کے احکام اور فرائض کی پابندی کرنے والے ہوتے ہیں ان سے صرفِ نظر یا غفلت نہیں برتتے۔

مومنین کی پانچویں علامت

وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ . (الانفال،۸:۳)

''اور جو کچھ ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں''۔

جو ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔گویا مومن کنجوس نہیں ہوتا بلکہ وہ سخی ہوتا ہے اور حسب استطاعت اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

انعامات کے مستحق مومنین

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ . (الانفال،۸:۴)

''(حقیقت میں) یہی لوگ سچے مومن ہیں، ان کے لیے ان کے رب کی بارگاہ میں (بڑے) درجات ہیں اور مغفرت اور بلند درجہ رزق ہے''۔

اللہ رب العزت ایک بار پھر ذہن کے اندر پائے جانے والے مغالطے کی اصلاح اور من گھڑت تصور کو رد کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ سچے مومنین تو فقط وہ لوگ ہیں جن کے اندر درج بالا علامات پائی جاتی ہیں کہ جن کے دل اللہ کے ذکر سے لرز جاتے ہیں۔

جن کے ایمان اللہ کی آیات سننے سے بڑھ جاتے ہیں وہ اللہ پر توکل کرتے ہیں، وہ کامل مومنین ہیں جن کے

لیے اس دنیا میں بھی درجات ہیں اور آخرت میں درجات اور انعامات ہیں۔ اس کے بعد اللہ رب العزت غزوہ بدر میں حق و باطل کے درمیان پیش آنے والے پہلے معرکہ کا ذکر فرماتا ہے۔

انقلابی اور غیر انقلابی میں فرق

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ص وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ. (الانفال، ۸:۵)

”(اے حبیب!) جس طرح آپ کا رب آپ کو آپ کے گھر سے حق کے (عظیم مقصد) کے ساتھ (جہاد کے لیے) باہر نکال لایا حالاں کہ مسلمانوں کا ایک گروہ (اس پر) ناخوش تھا“۔

جیسے آپ کے رب نے آپ کو آپ کے گھر سے حق کی خاطر نکالا اور بے شک مومنین کی ایک جماعت اس کو ناپسند کر رہی تھی۔ جب ہم نے آپ کو غزوہ بدر کا حکم دیا تو مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو ناپسند کر رہی تھی۔ اس میں ایک بات توجہ طلب ہے کہ جب تک مکہ میں تھے تو اور طرح کا ماحول تھا۔ ہجرت کر کے مدینہ میں آئے تو جو زمانہ مدینہ میں گزرا۔ اس میں مسجد نبوی تھی۔ نمازیں، آقا علیہ السلام کا وعظ، زیارتیں، محبت اور روحانیت تھی۔ اسلام کی سلطنت تھی تو سب خوش تھے مگر اچانک حکم آیا کہ گھروں سے نکلو، تلواریں اٹھا لو اور معرکہ بدر برپا کرو تو قرآن کہتا ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت اور طبقہ ایسا پیدا ہو گیا جو اس سمت جانے پر رضا مند نہ

باطل، طاغوتی شیطانی اور دین دشمن طاقتیں ہر سمت سے حملہ آور ہو کر اہل اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ ایمان اور روحانیت کی قدریں مٹتی چلی جا رہی ہیں۔ وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے۔ اس میں محنت کرنی چاہیے اور محنت کا آغاز اپنی زندگیوں سے کرنا چاہیے

تھا وہ طبقہ انقلابی نہیں تھا۔ وہ سب کام کرنے پر خوش تھا مگر انقلابی جدوجہد اور باطل کے ساتھ معرکہ آرائی سے دور رہنا چاہتا تھا۔ آج بھی یہی سوچ معاشرے کے اندر پائی جاتی ہے کہ لوگ معرکہ آرائی سے کتراتے ہیں لہذا قومی سطح پر جدوجہد اور باطل سے معرکہ آرائی سے پہلے من کے اندر ایمانی انقلاب پیدا کرنا ضروری ہے پھر اللہ کی نصرت شامل حال ہوتی ہے۔

جو طبقہ معرکہ آرائی سے دور رہنا چاہتا تھا وہ آپ ﷺ سے اعتراض کرنے لگا کہ آپ ہمیں موت کے منہ میں دھکیلتے جا رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس بات کو رد کر دیا کہ اس انقلابی جدوجہد پر جانے کا فیصلہ رسول ﷺ کا ذاتی نہیں بلکہ یہ تو اللہ کا امر ہے اور وہ حق ہے۔

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ.

”اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلام سے حق کو حق ثابت فرما دے“۔ (الانفال، ۸: ۷)

خدا کی مشیت اور ارادہ یہ ہے کہ حق ہمیشہ غالب رہے مگر آج اگر حق مغلوب ہے اور باطل غالب ہے تو اس کی یقیناً وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر ایمانی انقلاب نہیں رہا جب صحابہ کرامؓ اپنے اندر ایمانی انقلاب برپا کر کے چلے تھے تو باطل سرنگوں ہو گیا جبکہ ہم اپنی ذات پر محنت کرنے، اپنی اصلاح کرنے اور اپنے اندر بندگی کا نور پیدا کرنے کے لیے تیار نہیں مگر جو لوگ اپنے اندر ایمانی انقلاب پیدا کر لیتے ہیں اور بندگی کا نور پیدا کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی التجا سنتا اور ان کی مدد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خاطر قانون بھی بدل لیتا ہے

غزوہ بدر کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے جب کفار کی کثرت دیکھی تو اللہ کے حضور دعا کی جس کو قرآن نے یوں بیان کیا۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ. (الانفال، ۸:۹)

"(وہ وقت یاد کرو) جب تم اپنے رب سے (مدد کے لیے) فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد قبول فرمالی (اور فرمایا) کہ میں ایک ہزار پے در پے آنے والے فرشتوں کے ذریعے تمہاری مدد کرنے والا ہوں"۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آج تم میرے بن کر اپنی زندگیاں میری راہ میں لٹانے کے لیے آئے ہو لہٰذا آج میں تمہاری خاطر قانون بدلتا ہوں۔ میں نے فرشتے جنگ کے لیے پیدا نہیں کیے اور نہ ہی یہ میرا معمول ہے کہ ان کو تلواریں دے کر زمین پر جنگ کے لیے بھیجوں کیونکہ انہوں نے تخلیق آدم علیہ السلام کے وقت یہی اعتراض کیا تھا کہ یہ خون بہائے گا مگر آج ان کی سرشت سے ہٹ کر انہیں تلواریں تھماتا ہوں اور انہیں بھیجتا ہوں کہ جاؤ! میرے محبوب اور اس کے لشکر کے ساتھ مل کر خون بہاؤ تاکہ میرے محبوب کے ساتھی پریشان نہ ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اگر فرشتے نہ بھی بھیجتا تب بھی مدد کرنے پر قادر تھا مگر فرشتوں کو اس لیے بھیجا تاکہ وہ تمہیں نظر آئیں اور انہیں دیکھ کر تمہارے حوصلے بلند ہوں۔

غیبی مدد کے تقاضے

غیبی مدد حاصل کرنے کے لیے کچھ غیبی کیفیات پیدا کرنی پڑتی ہیں اور غیبی کیفیتیں ایمانی انقلاب کا نام ہے اور ایمانی انقلاب مصطفوی انقلاب کی بنیاد ہے لہٰذا جب تک ایمانی انقلاب نہیں آئے گا تب تک معاشرے میں مصطفوی انقلاب نہیں آسکتا جبکہ موجودہ صورتحال میں معاشرہ تباہی کی طرف بڑھ رہا ہے۔

معاشرے کی زبوں حالی

آج معاشرے کی حالت انتہائی نازک ہے رذائل اخلاق اس قدر بڑھ چکے ہیں کہ ہر ایک کے اندر برائی کی آندھیاں بپا ہیں۔ فحاشی اور عریانی بڑھ چکی ہے، مادیت پرستی غالب آچکی ہے۔ دین سے دوری، بے حسی اور بے ضمیری اس حد تک بڑھ چکی ہے کہ احساس ضیاع ختم ہورہا ہے۔ ہم لٹ رہے ہیں اور تباہی کی منزل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ قوم برباد

مومن وہ لوگ ہیں جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل خشیت الٰہی، محبت الٰہی اور ادبِ الٰہی سے کانپ جاتے ہیں۔ ان کے اندر لذت، حلاوت اور کیف و سرور کے جذبات مچل جاتے ہیں

ہو رہی ہے، ہماری نسلیں بے ضمیر اور دین سے دور ہو رہی ہیں۔ آج ہر شخص الا ماشاء اللہ اس طوفان کی زد میں ہے۔ بڑی خاص بات یہ ہے کہ جو لوگ براہِ راست اس طوفان کی زد میں نہیں ہیں مگر ان پر اس کی گرد ضرور پڑ گئی ہے جس طرح حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: "ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ کم و بیش ہر شخص سود خور ہوجائے گا بالواسطہ یا بلاواسطہ" اشارہ اس طرح کیا گیا ہے کہ جب ریاست کا پورا نظام سود پر استوار ہوگا تو سود کی لعنت سے کون بچ سکے گا؟

ایسے ماحول، معاشرے اور وقت میں احیائے اسلام، اقامت دین اور حفاظت ایمان کی تحریک منہاج القرآن اٹھی ہے۔ اگر تحریک کے لیے جدوجہد کرنے والے ہی کمزور ایمان لے کر چلیں گے تو اس بڑے طوفان کا مقابلہ کیونکر کرسکیں گے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ تو ایمان کا یہ معیار چاہتا ہے کہ تمہارا ایک آدمی دس پر غالب ہو یا کم از کم ایک آدمی دو پر غالب ہو جو ایمان کی پختگی کے بغیر ممکن نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنۡ یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ عِشۡرُوۡنَ صٰبِرُوۡنَ یَغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ. (الانفال، ۸: ۶۵)

"اگر تم میں سے (جنگ میں) بیس (۲۰) ثابت قدم رہنے والے ہوں تو وہ دو سو (۲۰۰ جنگ جُو کفار) پر غالب آئیں گے"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تخفیف فرمادی ہے۔ تخفیف کا معنی یہ نہیں کہ حکم منسوخ کردیا ہے بلکہ درجے مقرر فرمادیئے کہ ایک دس پر غالب ہو یا کم از کم دو پر غالب ہو یعنی ایک کمزور ایمان رکھنے والے مسلمان کا ایمان سے خالی دو

آدمیوں پر غالب آنا حق ہے۔ اس کے بعد ایمان کی آئیڈیل صورت یہ ہے کہ ایمان بڑھتے بڑھتے اس حد تک طاقتور ہوجائے کہ ایک مومن دوسو پر غالب آجائے۔

اہم نکتہ

زوالِ ایمان، مادیت اور لادینیت کی چلتی ہوئی تیز رفتار آندھیوں کے دور میں اگر ہم مصطفوی انقلاب کی اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنا چاہتے ہیں تو مصطفوی انقلاب کے وہ سپاہی جو فرنٹ پر ہیں یعنی جو عہدیداران ہیں ان کو چاہیے کہ ایمان کو اس قدر پختہ کرلیں کہ ایک، ایک دوسو پر غالب ہو، کچھ لوگ ایسے ہوں کہ جو ایک، ایک دس، دس پر غالب ہو، کچھ ایسے ہوں کہ جو ایک، ایک دو، دو پر غالب ہو۔ وگرنہ معاشرے کے اندر جتنی بدی پھیل چکی ہے اس کو مٹانا ممکن نہیں ہوگا۔

دوسو پر غالب ہونے کے لیے غیبی طاقت کی ضرورت ہوتی ہے

باطل، طاغوتی شیطانی اور دین دشمن طاقتیں ہر سمت سے حملہ آور ہوکر اہل اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے۔ ایمان اور روحانیت کی قدریں مٹتی چلی جارہی ہیں۔ وقت بڑی تیزی سے گزر رہا ہے۔ اس میں محنت کرنی چاہیے اور محنت کا آغاز اپنی زندگیوں سے کرنا چاہیے کیونکہ اللہ کی غیبی طاقت کے بغیر ایک شخص دوسو پر غالب آنے کی طاقت نہیں رکھ سکتا اور غیبی مدد اس وقت نصیب ہوگی جب اللہ کے لیے غیبی عمل کرنے والے نہ بنا جائے۔

مصطفوی انقلاب کے سپاہی اور قرونِ اولیٰ کے نوجوان

آج ہمیں اپنے اندر قرونِ اولیٰ کے نوجوانوں کے سیرت و کردار کو سمونا ہوگا۔ وہ نوجوان جن کی راتیں مصلوں پر گزرتی ہیں اور دن گھوڑوں کی پیٹھ پر، وہ نوجوان جو رات کو اللہ کے حضور سجدے کرتے، شب بیداری کرتے اور رو رو کر اللہ کو مناتے اور دن ہوتا تو جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کے دین کی خاطر جہاد کرتے۔ جب تک ہمارے معاشرے میں لاکھوں جوان اللہ کے لیے رونے والے اور اللہ کے دین کے لیے باطل اور کفر سے ٹکرا جانے والے نہیں بن جاتے اس وقت تک آگے بڑھنا بڑا مشکل ہے۔ اگر لاکھوں گھروں میں آج بھی پچھلی رات جوان مصلے پر کھڑے ہوں اور رات کے اندھیرے میں آنسو گر رہے ہوں، التجائیں کررہے ہوں کہ اے مولا! ہمیں معاف کردے اور اپنے دین کو سربلند کردے اگر یہ کیفیتیں پیدا ہوجائیں تو اللہ رب العزت آج بھی اپنی مدد و نصرت فرمائے گا اور اپنی برکتوں اور رحمتوں کے دروازے کھول دے گا۔

مصطفوی انقلاب اور حسینی ؑ کردار

آج مصطفوی انقلاب کے لیے حضرت امام حسینؑ کے تقویٰ و طہارت اور کربلا والوں کے کردار کی ضرورت ہے کہ خیمے کے اندر جائیں تو اللہ کے حضور سجدوں میں رونے والے بن جائیں۔ باہر آئیں تو یزیدیوں کو للکارنے والے بن جائیں یہ آئیڈیل کردار ہو۔ اسی کردار کو اپنانا ہوگا کیونکہ جب جنگ کے پیچھے سجدوں اور آنسوؤں کی طاقت ہوگی، تعلق باللہ اور عشق رسول ﷺ کی طاقت ہوگی تو معاشرہ میں بہتری آئے گی۔
حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

”آخری زمانے میں اسلام اس طریقے سے غالب ہوگا جس طریقے سے میری امت کے اوائل دور میں غالب ہوا تھا“۔

اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ اسلام کو سربلند کرنے والے لوگ اس کردار کی طرف پلٹ آئیں گے جو کردار قرونِ اولیٰ کے لوگوں کا تھا، ان کی زبانیں لغویات سے پاک ہوں گی، فکر اور سوچ پاک ہوں گی، جسم اور روحیں پاک ہوں گی، ان کی پیشانی سجدے سے آشنا ہوجائے گی، دل اللہ کی یاد میں تڑپنے والے اور حضور ﷺ کے عشق میں تڑپنے والے ہوں گے جن کی ایسی زندگیاں ہوں گی جو اللہ کو پسند ہیں کیونکہ اللہ کا وعدہ ہے کہ ایسے لوگوں کے ذریعے اپنے دین کو سربلند کرتا ہوں۔

☆☆☆☆☆

رشوت ایک معاشرتی ناسور

رشوت لینے اور دینے والا دونوں جہنمی ہیں

رشوت خور چند ٹکوں کے لئے آسان کام کو مشکل بنا دیتے ہیں

ڈاکٹر فرخ سہیل

پاکستانی معاشرے میں رشوت ایک ناسور کی طرح سرایت کر چکی ہے۔ معیار زندگی بڑھانے کے لیے رشوت خوری، ملاوٹ، اکتناز و اکتناز اور منافع خوری جیسی ممنوعات مسلمانوں کی زندگی کا حصہ بن چکی ہیں چونکہ لوگوں کا معیار زندگی بدل چکا ہے۔ اس لیے اسے برقرار رکھنے کے لیے ناجائز اور ممنوع ہتھکنڈے استعمال کیے جا رہے ہیں۔ بدعنوانیوں نے معاشرے میں فروغ پالیا ہے۔ انتظامیہ کی کارکردگی بری طرح متاثر ہوچکی ہے۔ سرکاری افسران میں بددیانتی تشویشناک حد تک گھر چکی ہے۔ عوام کا حکمران طبقے پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے۔ ملک کا کوئی بھی ادارہ فرض شناسی کی بجائے رشوت ستانی اور ناجائز ذرائع سے مال اکٹھا کرنے میں مصروف ہے۔ سرکاری ترقیاتی ادارے ہوں یا پرائیویٹ سیکٹر ہر شعبہ میں سودا بازی اپنے عروج پر ہے کوئی کام بھی بغیر لین دین کے مکمل نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ محکمہ پولیس اور عدلیہ جیسے اہم اور مقدس ادارے بھی رشوت کی ستم ظریفی سے نہیں بچے کیونکہ ملک میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو کام بگاڑنے کے ماہر ہیں اور دوسروں کے مال پر نظریں لگائے بیٹھے ہیں۔ لہذا ایسے بدنیت لوگ کسی حقدار کا اس کا حق ادا کرنے میں رخنہ اندوزی کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید کی تعلیمات اس کے برعکس ہیں جیسا کہ سورہ نساء میں ارشاد باری تعالیٰ ہو رہا ہے کہ:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ.

’’اے ایمان والو! تم ایک دوسرے کا مال آپس میں ناحق طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ تمہاری باہمی رضا مندی سے کوئی تجارت ہو‘‘۔ (النساء،٤:٢٩)

اسی طرح سورہ بقرہ کی یہ آیت کہ:

وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ،٢:١٨٨)

’’اور تم ایک دوسرے کے مال آپس میں ناحق نہ کھایا کرو اور نہ مال کو (بطورِ رشوت) حاکموں تک پہنچایا کرو کہ یوں لوگوں کے مال کا کچھ حصہ تم (بھی) ناجائز طریقے سے کھا سکو حالاں کہ تمہارے علم میں ہو (کہ یہ گناہ ہے)‘‘۔

مذکورہ دونوں آیات میں ناجائز کمائی سے منع فرمایا جا رہا ہے۔ مفسرین کرام کے نزدیک بھی اَکل سے مراد اَخذ ہی ہے جیسا کہ سید آلوسی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ یہاں اَکل سے مراد کھانا نہیں بلکہ تصرف میں لانا ہے۔ اسی طرح علامہ رشید رضا تفسیر المینار میں اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ اَکل سے مراد اَخذ ہے۔ بالباطل کی تشریح و تفسیر روح المعانی میں یہ بیان کی گئی ہے کہ باطل سے مراد حرام اور ہر وہ چیز جس کے لینے کی اجازت شریعت نے نہیں دی۔

علامہ قرطبی اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ

وہ مال حلال بھی باطل کے حکم میں آتا ہے جو اس کے مالک سے اس کی خوشدلی کے بغیر لیا جائے یا مالک اسے خوشی سے دے رہا ہو لیکن شریعت نے اس مد کو ناجائز قرار دیا ہے۔

یہاں اس سے مراد ہے رشوت میں دیا جانے والا مال حلال، چاہیے دینے والا اپنا کام نکلوانے کی غرض سے اپنی مرضی سے ہی دے رہا ہو لیکن شریعت میں وہ بھی مال حرام ہی کہلائے گا۔ اس شخص کے لیے حرام ہوگا جو ایسے وصول کر رہا ہوگا۔

تفسیر البحر المحیط میں باطل سے مراد یہ ہے کہ اموال کو ایسے طریقے سے لیا جائے جو مشروع نہیں ہے۔ چنانچہ لفظ باطل، لوٹ کھسوٹ، جوا، کاہن کی شرینی، رشوت، نجومیوں کی اجرت اور ہر وہ چیز جس کے لینے کی شریعت نے اجازت نہیں دی ان سب کو شامل اور ان سب پر حاوی ہے۔

رشوت کی حرمت سے متعلق سورہ بقرہ کی گذشتہ مذکورہ آیت بہت واضح اور صریح ہے کہ جس میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

''اور نہ مالوں کو اس غرض سے حکام تک پہنچاؤ کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ ناحق ظلم سے کھاجاؤ اور تم کو معلوم بھی ہو''۔

رشوت کو ادلا، دلو سے تشبیہ دینے کی دو وجوہات امام فخرالدین رازی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''پہلی وجہ رشوت ضرورت کی رسی ہے پس جس طرح پانی کا بھرا ہوا ڈول رسی کے ذریعہ دور سے قریب کھینچ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح مقصدِ بعید کا حصول بھی رشوت کے ذریعہ قریب ہوجاتا ہے''۔

اور دوسری وجہ جس طرح حاکم کو رشوت دے کر بغیر کسی تاخیر کے فوراً موافق فیصلہ کرالیا جاتا ہے اسی طرح ڈول بھی جب پانی نکالنے کے لیے کنوئیں میں ڈالا جاتا ہے تو نہایت تیزی کے ساتھ بغیر کسی تاخیر کے چلا جاتا ہے۔

اور علامہ ابوحیان اندلسی البحرالمحیط میں **تدلوا بھا الی الحکام** کی تفسیر میں رقمطراز ہیں کہ

اس کے معنی یہ ہیں کہ حکام کو مال کی رشوت نہ دو تاکہ وہ تمہارے موافق فیصلہ کردیں۔

قرآن مجید کی روشنی میں تو رشوت کے حرام ہونے کے بہت سے دلائل موجود ہیں جن میں سے چند دلائل سے رشوت کے حرام ہونے کی وضاحت پیش کی ہے۔ اسی طرح خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی معاشرے سے تمام برائیوں کی بیخ کنی کرتے ہوئے رشوت کو بھی ممنوع قرار دیا ہے۔ آپ ﷺ نے رشوت کو خدا تعالیٰ کی رحمت سے دوری اور لعنت کا سبب قرار دیا ہے۔ رشوت ایسی لعنت ہے کہ جس کا اثر کئی نسلوں تک برقرار رہتا ہے۔

رشوت کی ممانعت میں آنحضور ﷺ کا فرمان ہے:

''رشوت دینے اور لینے والے دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے''۔ ایک اور حدیث میں آپ کا یہ فرمان بھی ہے جس میں رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت کی گئی ہے۔

''آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تبارک وتعالیٰ نے رشوت کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے''۔

ان دونوں احادیث مبارکہ میں رشوت لینے اور دینے والے پر برابر کی لعنت کی گئی ہے۔ رشوت دینے والے پر اس لیے لعنت کی وہ اپنی حق یا ناحق غرض اور مطالبے کو پورا کروانے کے لیے اپنے مال کو پیش کرتا ہے اور لینے والا اس سے بھی بڑا لعنتی کہ وہ اپنے فرض کی بجا آوری کی بجائے کچھ مال کے عوض کام کرتا ہے۔ لہذا اس جرم کی اعانت میں دونوں اخلاقاً اور قانوناً گناہ گار ٹھہرتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ شریعت میں تو راشی اور مرتشی کے درمیاں سمجھوتہ کرانے والا بھی ملامت کا حقدار ہے اور یوں یہ تینوں ہی برابر کے گناہ گار ٹھہرتے ہیں۔

کچھ سرکاری محکمے ایسے ہیں جہاں پر رشوت ستانی کی بہت ہی دلخراش مثالیں موجود ہیں جیسا کہ پولیس کا محکمہ جس کا وجود تو معاشرے کو دہشت گردی، عدم تحفظ، بدامنی، تنازعات، جرائم کا خاتمے کے لیے معرض وجود میں لایا گیا تاکہ زور آور اور طاقتوروں کے ظلم وجور سے کمزور افراد کو بچایا جاسکے لیکن اکثر معاملہ اس کے برعکس ہی نظر آیا ہے۔ محکمہ پولیس کے اکثر افسران اور ملازمین اپنے فرائض منصبی کو ترک کرتے ہوئے خود رشوت خوری جیسے مکروہ جرائم میں ملوث ہیں۔ باز پرس کا احساس ختم ہوچکا ہے اور یوں یہ شعبہ معاشرے کی نظروں میں بے شمار خامیوں کا محور بن چکا ہے۔ محکمہ پولیس نے بڑے

عہدیداران سے لے کر نچلے درجے کے اکثر ملازمین کی کرپشن نے معاشرے میں امن قائم کرنے کے خوف اور بدامنی میں اضافہ کردیا ہے اور اس محکمے کی رشوت خوری نے معاشرے پر بے پناہ اثرات مرتب کیے ہیں۔ جیسا کہ خودغرضی، حرص، مفاد پرستی، اقربا پروری، طمع و لالچ جیسی روحانی بیماریاں پورے معاشرے کو دیمک کی طرح کھا رہی ہیں۔ بدامنی، انتشار، بداعتمادی، سنگدلی، غنڈہ گردی اور دہشت گردی جیسے گھمبیر مسائل نے معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کردیا ہے۔

اسی طرح دوسرا اہم ترین ادارہ ''عدلیہ'' ہے جس میں رشوت نے حق تلفی اور ظلم و جور کو بڑھانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔ حالانکہ قرآن مجید میں ایک منصف اور قاضی جیسے معزز اور ذی اختیار طبقہ کو اس نحوست سے بچانے کے لیے رشوت کو سنگین جرم قرار دیا جیسا کہ گذشتہ آیات بھی اس کا بین ثبوت ہیں۔

الحلال والحرام فی الاسلام میں مذکور ہے کہ

''جب رشوت لینے والا اس بنا پر رشوت لیتا ہے تاکہ وہ ظلم اور حق تلفی کرے تو اس سے بڑھ کر اور کون سا جرم ہوگا اور وہ اس بنا پر رشوت لیتا ہے کہ عدل و انصاف پر عمل کرے گا تو عدل و انصاف کرنا خود اس پر واجب ہے جس کے معاوضہ میں مال نہیں لیا جاسکتا''۔

اسی طرح عدلیہ کے محکمے میں رشوت کے حوالے سے امام ابوبکر جصاص رازی لکھتے ہیں کہ

رشوت کی چند اقسام ہیں ان میں سے ایک فیصلہ کرنے میں رشوت لینا ہے اور یہ رشوت دینے والے اور لینے والے دونوں پر حرام ہے۔اسی کے متعلق آنخضرتﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے رشوت دینے والے اور اس شخص پر جو دونوں کے درمیان سمجھوتہ کرائے ان سب پر لعنت کی ہے''۔

مقدمات کے فیصلے کرنے میں رشوت لینا انتہائی ممنوع قرار دیا گیا ہے جیسا کہ آنخضورﷺ کا یہ فرمان ہے:

''ہر وہ مال جو حرام سے نشوونما پائے وہ آگ میں جلائے جانے کا زیادہ مستحق ہے''۔ دریافت کیا گیا کہ السحت سے کیا مراد ہے۔آپ نے فرمایا کہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینا۔

اسی طرح ایک اور جگہ پر آپ کا یہ فرمان کہ فیصلہ کرنے میں رشوت لینے والے پر لعنت کی گئی ہے وہ رشوت اس شخص اور جنت کے درمیان حائل ہوجائے گی۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے: ''فیصلہ کرنے میں رشوت لینا اور دینا کفر ہے اور لوگوں کا باہمی رشوت کا لین دین حرام ہے''۔

مختصر یہ کہ شریعت اسلامیہ میں رشوت لینے والا اور دینے والا دونوں برابر کے گناہ گار ہیں۔ یہاں تک کہ وہ تیسرا فرد جو ان کے درمیان لین دین کا معاملہ طے کرے کیونکہ رشوت کے بہت سے اثرات ہیں جو کہ معاشرے میں ایک ناسور کی شکل اختیار کرچکے اور افراد پر درج ذیل طریقے سے اثر انداز ہوتے ہیں کہ

☆ انسان کا ایمان متزلزل ہوجاتا ہے۔
☆ انسان کا وقار مجروح ہوجاتا ہے۔
☆ باہمی ہمدردی اور رحم دلی کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔
☆ حق و باطل کی تمیز ختم ہوجاتی ہے۔
☆ رشوت خور انسان بداخلاق اور بدنیت ہوجاتا ہے۔
☆ رشوت خور مردہ دل اور مردہ ضمیر ہوجاتے ہیں۔
☆ انسان میں شرم وحیاء کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔
☆ یقین اور توکل کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔
☆ رشوت خور انسان فضول خرچ بن جاتا ہے۔
☆ سکون قلب ختم ہوجاتا ہے۔
☆ انسان کی عزت نفس برباد ہوجاتی ہے۔
☆ خدمتِ خلق کے جذبے کا فقدان ہوجاتا ہے۔
☆ دوسرے انسانوں کے درمیان رشوت خور کی کوئی عزت نہیں رہتی۔
☆ رشوت خور انسان شیطانی خواہشات کا غلام بن جاتا ہے۔
☆ مال حلال میں سے بھی برکت ختم ہوجاتی ہے۔
☆ اور بالآخر رشوت خور آخرت میں نبی کریمﷺ کی شفاعت اور اللہ کی نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

خوشحال اور پرامن معاشرہ مگر کیسے؟

اسلام نے قیام امن کو معیشت پر ترجیح دی ہے

رزق اور امن دونوں اللہ کی عظیم نعمتیں ہیں

باہمی تعلقات اور لین دین میں دیانت داری کی تاکید کی گئی ہے

سمیعہ اسلام

قیام امن انتہائی اہم اور ان بنیادی امور میں سے ہے جن سے کوئی بھی معاشرہ کامیابی اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوسکتا ہے۔ اسی کی بدولت انسانی زندگی خوشحال اور پرسکون بن سکتی ہے۔ دین اسلام نے سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا ہے وہ قیام امن ہی ہے۔اسلام نے قیام امن کو معیشت پر ترجیح دی ہے۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم کی دعا کو قرآن مجید نے اس طرح ذکر کیا ہے کہ:

رَبِّ اجْعَلْ هَـٰذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ

(البقرہ،۲:۱۲۶)

''اے میرے رب !اسے امن والا شہر بنا دے اور اس کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں سے نواز''۔

اس دعا میں سب سے پہلے امن کا ذکر ہے، اس کے بعد معیشت اور رزق کی بات ہے لہٰذا اس سے یہ معلوم ہوا کہ معاشرہ کو خوشحال بنانے کے لیے پہلے اس کو پر امن بنانا ناگزیر ہے۔البتہ خوشحالی اور امن دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہیں۔

امن، سماج کی اس کیفیت کا نام ہے جہاں تمام معاملات معمول کے ساتھ بغیر کسی پُر تشدد اختلافات کے چل رہے ہوں۔ امن کی عمومی تعریف میں کئی معنی شامل ہوتے ہیں۔ ان میں مجموعی طور پر امن کو تحفظ، بہتری، آزادی، دفاع، قسمت اور فلاح کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ امن کا تصور کسی بھی معاشرے میں تشدد کی غیر موجودگی یا پھر صحت مند، مثبت بین الاقوامی یا بین انسانی تعلقات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔عمومی طور پر امن تباہ کرنے میں عدم تحفظ، سماجی بگاڑ، معاشی عدم مساوات، غیر متوازن سیاسی حالت، قوم پرستی، نسل پرستی اور مذہبی بنیاد پرستی جیسے عوامل شامل ہوتے ہیں۔

پر امن معاشرے کی ضرورت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ امن کیا ہے؟ کو سمجھا جائے۔ امن ایسی کیفیت ہے جس میں ڈر اور خوف نہ ہو، سکون ،چین اطمینان۔ آرام اور صلح ہی امن ہے۔ امن کا ماحول ایسا ہوتا ہے جہاں حالات معمولات بغیر تشدد کے حل ہو رہے ہوں۔

اگر اسلامی نقطہ نظر سے دیکھیں تو دین اسلام کی اساس ہی امن و سلامتی پر ہے ۔اسلام امن کی ضمانت ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ.

(قریش، ۱۰۶:۴)

یعنی جس اللہ نے بھوک کی حالت میں انھیں کھانے کو دیا اور بدامنی سے انہیں محفوظ رکھا۔

رزق اور امن دونوں عظیم نعمتیں ہیں انہیں اللہ نے بطور یاد دہانی ذکر کیا ہے۔ بیت اللہ کی تعمیر کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ کے لیے جو دعائیں کی ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی:

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِناً وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ . (البقرہ،۲:۱۲۶)

اے میرے رب !اس کو پر امن شہر بنادیجئے اور یہاں کے رہنے والوں کو قسم قسم کے پھلوں سے رزق عطا فرمائیے۔

اسلام بد امنی کو پسند نہیں کرتا اسی لیے ایک انسان کے قتل کو انسانیت کا قتل قرار دیا گیا۔

معاشرے میں قیام امن کیونکر ممکن :

(۱) عدل وانصاف:

قیام امن کے حوالے سے سب سے اہم اور بنیادی چیز عدل و انصاف ہے۔ جب کسی ملک کے عدالتی و معاشرتی نظام میں عدل و انصاف کی حکمرانی ہوتی ہے، ہر فیصلہ انصاف پر مبنی ہوتا ہے،غریب وامیر کے لیے یکساں قانون ہوتا ہے، تو وہ ملک اور معاشرہ امن کے گمشدہ پرندے کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوجاتا ہے جب معاشرے میں عدل وانصاف رواج پذیر ہوتا ہے، حقدار کو اس کا حق ملتا ہے، اور مجرم کو سزا ملتی ہے، تو معاشرے میں محبت، امن، اخوت اور بھائی چارگی کی فضا پھیلتی چلی جاتی ہے، اور پھر خود بخود معاشرہ سکون کا سانس لینے لگتا ہے۔خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کا دور خلافت امن و امان کے حوالے سے اپنی مثال آپ تھا، بڑی وجہ عدل و انصاف کا بہترین نظام تھا، آپ عدل و انصاف پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کرتے تھے۔ جب تک معاشرے میں امیر و غریب، حاکم ومحکوم اور آمر مامور کے لیے یکساں قانون نہیں ہوتا تب تک قیام امن کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔

(۲) تعلیم وتربیت:

قیام امن کے حوالے سے دوسری اہم چیز درست تعلیم و تربیت ہے، جو انسان کو جہالت وظلمت کے گھپ اندھیروں سے نکال کر علم وعرفان اور شعور و آگہی کی زینت سے مزین کرتی ہے، اور اس کا مقصد ایک ایسا معاشرہ اور ماحول تشکیل دینا ہوتا ہے جہاں مختلف الطبع لوگ ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنے اور برداشت کرنے کا سلیقہ سیکھ کر امن کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔تعلیم و تربیت کومختلف تہذیبی دائروں میں امن وسکون کی علامت سمجھا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر انسان کی صحیح تعلیم وتربیت نہ کی جائے اور اس کو خود رو گھاس کی طرح چھوڑ دیا جائے تو وہ جانوروں سے بھی بدتر ہوجاتا ہے، اور ایسی مکروہ حرکات کرنے لگتا ہے جس کی منفی اثرات کی وجہ سے پورا معاشرہ متاثر ہوجاتا ہے۔ اس کے برعکس جب انسانی ذہن اوائل عمری میں تعلیم وتہذیب کی اعلیٰ اقدار و روایات کے جانب مائل کردیا جائے، صحیح تربیت کی جائے، تو معاشرے میں امن واستحکام کی راہ میں کوئی روکاوٹ حائل نہیں ہوتی۔

(۳) مذہبی آزادی:

تیسری اہم چیز مذہبی آزادی ہے، کیوں کہ انسان فطرتی طور پر آزاد پیدا کیا گیا ہے، اسے اپنے ہر قول وفعل اور عمل میں آزادی حاصل ہے، اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل، سمجھ بوجھ، غلط صحیح کی تمیز اور حق و باطل ظاہر کرنے کے بعد اسے مکمل بااختیار بنایا، کہ وہ جس پر چاہے عمل کرے، جس پر چاہے زندگی گزارے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو ارادے و اختیار کی مکمل آزادی دی ہے، دین و مذہب کے بارے میں وہ بالکل بااختیار ہے، رد وقبول کے فیصلے اس کے ہاتھ میں سونپ دیے ہیں، جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو مذہبی آزادی دی ہے اسی طرح ہمارے ملک کی بنیاد بھی مذہبی آزادی پر ہے، کسی بھی شہری کے لیے کسی بھی مذہب پر عمل کرنے کی مکمل آزادی ہے، ہر شہری دوسرے مذاہب کا اور ان کے پیرو کاروں کا احترام کرتے ہوئے اپنے دین و مذہب پر عمل کرسکتا ہے، کیوں کہ مذہبی آزادی امن امان کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے، جب مذہبی آزادی ہوتی ہے تو معاشرے میں مساوات اور برابری برقرار رہتی ہے، جب معاشرے میں مساوات اور برابری برقرار رہے گی تو امن وامان کی فضا قائم ہوگی، اسی وجہ سے مذہبی آزادی ضروری ہے، اس کے بغیر قیام امن ایک مشکل امر ہے۔

(۴) تعلیمی ادارے:

چوتھی بنیادی چیز تعلیمی ادارے ہیں۔ کسی بھی ملک اور معاشرے میں تعلیمی اداروں کو اہم مقام حاصل ہوتا ہے۔ تعلیمی ادارے اپنی مخلصانہ کاوشوں کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک عظیم قومی خدمت سرانجام دے سکتے ہیں۔ تعلیمی ادارے جب تک نسل نو کو جدید علوم سے آراستہ کرتے ہوئے ان کے ذہن و کردار کی پرورش میں حصہ نہیں لیتے تو ایک بہترین قوم کی تعمیر کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ تعلیمی ادارے عملی طور پر طلبہ و طالبات کی صحیح تربیت کریں گے، تو کچھ بعید نہیں کہ معاشرہ اور سماج امن وامان کی بہترین کی طرف گامزن ہوجائے۔

(۵) تربیت معاشرہ:

امن و امان کے قیام کے بنیادی محرکات میں سے ایک تربیت معاشرہ بھی ہے۔ قیام امن کے لیے جس طرح عدل و انصاف، تعلیم و تربیت، مذہبی آزادی، اور تعلیمی اداروں کی تربیت ضروری ہے، اسی طرح تربیت معاشرہ بھی ازحد ضروری ہے۔ اس کے بغیر امن کی آس لگانا بے سود ہے۔ تربیت معاشرہ کسی خاص فرد یا ادارے کی ذمہ داری نہیں بلکہ یہ پوری قوم کی ذمہ داری ہے۔ اگر والد ہے تو اولاد، ٹیچر ہے تو طلبہ و طالبات اور کسی ادارے کا سربراہ ہے تو ماتحت، ان سب کی صحیح تربیت کرنا ان کی ذمہ داری میں شامل ہے۔ معاشرے میں امن اور خوشحالی ہوگی تو سب لوگ پرسکون زندگی بسر کرسکیں گے۔ اس لیے ہمیں امن و امان کی مخدوش صورت حال قابو پانے کے لیے ان مذکورہ امور پر توجہ دینا انتہائی ضروری ہے۔

خوشحال معاشرے کے بنیادی عناصر:

سماجی انصاف:

سماجی انصاف سے ہم ہمیشہ یہی مراد لیتے ہیں کہ امیر اور غریب میں کوئی فرق نہ ہو، مرد اور عورت کے حقوق مساوی ہوں اور کسی کو بھی دوسرے فرد کا استحصال کرنے کی اجازت نہ ہو لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ معاشرہ بھی سماجی انصاف کا حامل سمجھا جائے گا جہاں تعلیم سب کے لیے ہو اور ایک جیسی ہو، قانون کی ہر صورت عمل داری ہو، کوئی قانون سے بالاتر نہ ہو، معاشی حیثیت کی بنیاد پر چارا دستی نہ ہو، نسل، حسب نسب، مکتب، مذہب، رنگ، علاقے کی بنیاد پر انصاف کے نظام پر اثر نہ پڑے، وسائل کی تقسیم منصفانہ ہو، کسی کو کم کسی کو زیادہ نہ ملے۔ جبراً کوئی کسی پر بھی قابض نہ ہو، کوئی کسی بھی فرد کی حق ملکیت، اس کی عزت پر اثر انداز نہ ہو، لیکن ان سب عوامل کے علاوہ بھی بہت سے ایسے نکات ہیں جو معاشرے میں انصاف کی عکاسی کرتے ہیں اور انصاف کی اکائی سمجھے جاتے ہیں۔

عدل و انصاف:

اسلام نے عدل وانصاف اور مساوات پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ (المائدہ، ۵:۸)

اے ایمان والو !اللہ کے لئے مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے انصاف پر مبنی گواہی دینے والے ہو جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی (بھی) تمہیں اس بات پر برانگیختہ نہ کرے کہ تم (اس سے) عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو (کہ) وہ پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے، اور اللہ سے ڈرا کرو، بیشک اللہ تمہارے کاموں سے خوب آگاہ ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا :

وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ. (المائدہ،۵:۴۲)

اور اگر آپ فیصلہ فرمائیں تو ان کے درمیان (بھی) عدل سے (ہی) فیصلہ فرمائیں (یعنی ان کی دشمنی عادلانہ فیصلے میں رکاوٹ نہ بنے)، بیشک اللہ عدل کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

اسلام نے باہمی تعلقات اور لین دین میں دیانت

داری، عدالتی معاملات میں سچی گواہی اور عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی بار بار تاکید کی ہے تاکہ حقوق العباد متاثر نہ ہوں۔ اس لیے حق دار کو حق دلانے اور مظلوم کو ظالم کے ظلم سے نجات دلانے کے لیے عدالتوں کا نظام قائم کیا جاتا ہے۔ حضور اکرم کا فرمان ہے: ’’جو قوم عدل وانصاف کو ہاتھ سے جانے دیتی ہے تباہی اور بربادی اس کا مقدر بن جاتی ہے‘‘۔

اقتصادی ترقی:

خوشحال معاشرے کے بارے میں ایک روایتی تصور یہ پایا جاتا ہے کہ کسی بھی معاشرے کی معاشی ترقی ہی قوم کی خوشحالی کا باعث ہوسکتی ہے۔جبکہ ایک نئ تحقیق کے مطابق معاشرتی ترقی کے اس روایتی تصور پر سنجیدہ سوالات اٹھانے سے اقتصادی اور سماجی حلقوں میں ایک نئی بحث چھڑ گئی ہے۔ ایسی صورت حال میں خوشحالی کا اقتصادی ترقی کے ساتھ ربط و ملاپ پر دو محققین نے انگلی اٹھائی ہے۔ انہوں نے معاشرتی خوشحالی کو پائیدار ترقی اور ماحولیاتی استحکام کی بنیاد قرار دیا ہے۔

جرمنی کے مشہور اقتصادی ادارے کیل انسٹیٹیوٹ برائے عالمی اقتصاد کی محققہ کاتارینا لیما ڈی مرنڈا نے اپنی ریسرچ میں خوشحالی کا ایک نیا ماڈل پیش کیا ہے۔ اس ریسرچ کا نام 'دی ری کپلنگ ڈیش بورڈ رکھا گیا ہے۔ اس میں لوگوں کی معاشی ترقی کو ملکی سالانہ مجموعی قومی پیداوار سے علیحدہ کر کے دیکھا گیا ہے۔اس نئے ماڈل میں اتفاق کیا گیا کہ اقتصادی ترقی کسی بھی قوم کے لیے بہت ضروری ہے لیکن یہ خوشحالی کا مکمل معیار ظاہر نہیں کرتی اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اُس قوم کے اندر ماحولیاتی استحکام کے ساتھ ساتھ با اختیار ہونے (empowerment) اور مجموعی یک جہتی کو بھی پرکھا جائے۔ اس تناظر میں دونوں محققین نے مختلف امور کو بھی خوشحالی کے ساتھ منسلک کیا ہے۔

ریسرچ کو با اختیار بنانے کے حوالے سے یہ پرکھا گیا ہے کہ کسی بھی قوم یا ملک میں مجموعی سماجی 'امپکٹ کی کیفیت کیا ہے، اوسط عمر کتنی ہے، تعلیم پر توجہ کتنی مرکوز کی یا کرائی گئی ہے اور اس کے علاوہ حکومتی اقدامات سے لوگوں کے اعتماد کی سطح کیا ہے۔ یہ بھی دیکھا گیا کہ کسی بھی معاشرے کے افراد میں اعتماد برقرار رکھنے یا بحال کرنے کے اقدامات کے تناظر میں با اختیار بنانے والے اداروں اور قومی حکومت کا کردار کتنا اہم ہے اسی طرح یک جہتی کے انڈیکس میں یہ شامل کیا گیا کہ کسی بھی قوم کے افراد میں اجنبیوں یا غیر ملکی افراد کی مدد کرنے کا جذبہ کتنا ہے اور وہ کس حد تک رقوم عطیہ کرنے کے جذبے کے حامل ہیں۔ اس کے علاوہ لوگوں میں رضاکارانہ خدمات کا کتنا جذبہ ہے اور سال میں رضاکارانہ سرگرمیوں میں کتنا حصہ لیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ افراد میں اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کو استوار رکھنے کے علاوہ مشکل میں اُن کی مدد کرنے کی کتنی استطاعت ہے۔کیونکہ آج کل دنیا کے اندر جتنے بھی مسائل موجود ہیں خواہ وہ مہنگائی کا ہو، کرپشن ہو، بے روزگاری ہو، امن وامان کی صورتحال ہو یا کوئی اور مسئلہ ہو سب کا تعلق معاشرے سے ہے اور معاشرے کا تعلق فرد سے ہوتا ہے۔ افراد ہی بگاڑ کا شکار ہوں تو معاشرہ کس طرح ترقی کرسکتا ہے لہٰذا خوشحالی کے لیے اقدامات کرنا صرف حکام بالا ہی کی ذمہ داری نہیں بلکہ انفرادی طور پر ہر فرد کا بنیادی فرض ہے۔

پر امن معاشرے کے لئے آج ہمیں انفرادی سطح پر سنجیدہ اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ انفرادی سطح پر عدم برداشت کے خاتمے سے ہی ہم معاشرہ میں سماجی، سیاسی اور مذہبی اختلاف کے باوجود تشدد کو ختم کر سکتے ہیں۔ ہم تنگ نظری اور متعصّبانہ رویوں کی حوصلہ شکنی کر کے رواداری کو فروغ دے سکتے ہیں۔ اسی طریقے سے امن آئے گا، ڈر اور خوف کا خاتمہ ہو گا اور ہم ترقی کے راستے پر گامزن ہوسکیں گے۔ امن کے ساتھ ہی افراد، علاقہ ،ملک اور خطہ ترقی کرسکتا ہے۔ہمیں امن کیلئے سنجیدہ ہونا پڑے گا تاکہ اپنی ہی نہیں اپنی آنے والی نسلوں کی خوشحالی کی بنیاد مضبوط کرسکیں۔

☆☆☆☆☆

قائداعظمؒ اور محبت رسول ﷺ

بانی پاکستان کی زندگی شمع رسالت سے اکتساب نور کی مرہونِ منت تھی

محمد علی جناحؒ قول و کردار میں اقبالؒ کے ''مرد مومن'' کی عملی تصویر تھے

قائداعظمؒ نے فرمایا جو شخص پیغمبر اسلام ﷺ پر درود نہیں بھیجتا اس پر اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوسکتی ہے؟

سعدیہ کریم

قائداعظم محمد علی جناحؒ کی حیات اور خدمات کا بنظر عمیق مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا آغاز اللہ تعالیٰ اور نبی کریم محمد مصطفی ﷺ کے نام سے کیا اپنی عمومی اور سیاسی زندگی میں آئین اسلامی اور حدیث نبوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی راہنمائی کی۔ اُن کی زندگی کا ایک قابل قدر گوشہ جذبۂ عشق رسول ﷺ ہے۔ اپنے پیغمبر کی ذات سے انہیں جو والہانہ عقیدت تھی اس کا اظہار ان کے اقوال و کردار سے بخوبی ہوتا ہے۔

قائداعظمؒ ان خوش قسمت اہل اسلام میں سے ہیں جن کے والدین نے محبت رسول ﷺ کو ان کے نام کا حصہ بنادیا اور ان کا نام محمد علی رکھا۔ ان کی زندگی میں شعور کی ابتداء اسی نام ''محمد'' کی گونج سنتے اور سمجھتے ہوئے ہوئی بچپن میں جب وہ اذان سنتے تو سمجھتے کہ ان کا نام اذان میں لیا جاتا ہے۔ ایک دن گھر آکر والدہ سے پوچھا تو ماں نے گلے لگا کر

''ایک مسلمان کی حیثیت سے میرے دل میں رسول اکرم ﷺ کی بہت عزت تھی ان کا شمار دنیا کے عظیم ترین مدبروں میں ہوتا ہے۔ ایک دن اتفاقاً میں لنکن ان گیا اور اس کے دروازے پر پیغمبر اسلام کا نام دیکھ کر وہاں داخلہ لیا''۔

بتایا کہ یہ آپ کا نام نہیں لیا جاتا یہ نام ہمارے پیغمبر کا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے محبوب و مقرب ہیں۔ انہیں لوگوں کی رہنمائی، تعلیم و تربیت اور آگہی کے لیے بھیجا گیا تھا۔ وہ لوگوں کو توحید کا درس دیتے تھے۔ انہی کے نام کی نسبت سے ہم نے آپ کا نام رکھا ہے یہ بات ان کے دل میں جاگزیں ہوگئی۔

قائداعظم محمد علیؒ کا نسب:

قائداعظم کا تعلق گجرات کے خوجا اسماعیلی خاندان سے تھا۔ 1938ء میں شملہ کے قیام کے دوران اپنے دوستوں سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا تھا:

''ہمارے آباؤ اجداد موہانہ راجپوت تھے ان میں سے بعض لوگ پنجاب کے چند حصوں میں ابھی تک موجود ہیں۔ یہ لوگ حضرت غوث الاعظمؒ کے خاندان کے ایک بزرگ پیر عبدالرزاق صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرکے مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا اس لیے انہیں خواجہ کہتے تھے بعد میں یہ خوجہ مشہور ہوگئے''۔

رسول اللہ ﷺ سے عقیدت:

قائداعظم کے والدین اسلام اور پیغمبر اسلام سے بہت عقیدت رکھتے تھے وہی حب رسول محمد علی جناح کو وراثت میں ملی تھی۔ اس محبت کا پہلا شعوری اظہار اس وقت ہوا جب انہوں نے انگلستان کی لنکن ان میں داخلہ صرف اس لیے لیا کہ

رسول اکرم ﷺ کے یوم پیدائش کے موقع پر میں آپ کو اس کے سوا اور کوئی پیغام نہیں دے سکتا کہ اسلام کی بہترین روایات اور دین جو ہم تک ہمارے پیغمبر کے ذریعے پہنچیں، دنیا بھر کے مسلمانوں کو ان کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے۔

وہاں پر دنیا بھر کے قدیم قانون دانوں میں سب سے اوپر حضرت محمد ﷺ کا نام تھا۔ اس بات کا اظہار انہوں نے 1947ء میں قیام پاکستان سے قبل کراچی بار ایسوسی ایشن کے سپاس نامے کا جواب دیتے ہوئے کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کہ

''ایک مسلمان کی حیثیت سے میرے دل میں رسول اکرم ﷺ کی بہت عزت تھی ان کا شمار دنیا کے عظیم ترین مدبروں میں ہوتا ہے۔ ایک دن اتفاقاً میں لنکن ان گیا اور اس کے دروازے پر پیغمبر اسلام کا نام دیکھ کر وہاں داخلہ لیا''۔

یہ واقعہ قائداعظم کے ذاتی رجحانات، دینی عقائد اور پیغمبر اسلام سے ان کی والہانہ عقیدت کا عکاس ہے۔ ان کے کردار میں اسی محبت کا رنگ نظر آتا ہے۔ وہ باکردار، سچے، کھرے اور مخلوق خدا سے محبت کرنے والے رہنما تھے۔

نواب بہادر یار جنگ قائداعظم سے اپنی پہلی ملاقات کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ 1934ء میں عید میلاد النبی ﷺ کے جلسے میں جب میں نے پہلی مرتبہ محمد علی جناحؒ کو دیکھا اور ان کے بارے میں پوچھا تو جلسہ کے منتظم سیٹھ ذکریا منیار نے بتایا کہ یہ محمد علی جناحؒ ہیں جو مسلمانوں کی آنکھ کا تارا ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو **واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا** کا سبق ایک مرتبہ پھر سے پڑھانے کا عزم کرلیا ہے اور خود سب سے چھوٹ کر محمد ﷺ کے آستانے سے وابستہ ہوگئے ہیں۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے خود کو ایک مذہبی مصلح یا پیشوا کی حیثیت میں پیش کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ہمیشہ یہی کہا کہ میں مولانا یا مولوی نہیں، مجھے دینی علوم میں مہارت کا دعویٰ بھی نہیں لیکن میں اپنے مذہب اور ایمان سے پوری طرح واقفیت رکھتا ہوں اور اپنے عقائد کا ایک ناچیز اور غیور فرمانبردار ہوں۔

قائداعظمؒ کی زندگی شمع رسالت سے اکتساب نور کی مرہون منت تھی:

قائداعظم کی زندگی کے مختلف واقعات اور شواہد پر ایک نظر دوڑائی جائے تو یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی چاہت اور الفت میں کسی ثقہ اور پابند شریعت مسلمان سے کسی طرح بھی کم نہ تھے۔ یہی وجہ ہے تحریک پاکستان کے رہنما مولانا شبیر احمد عثمانی نے قائداعظم کو اورنگزیب عالمگیر کے بعد دوسرا بڑا مسلمان قرار دیا ہے۔

قائداعظم نے حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب کو ایک خط لکھا جس میں ان کے تحائف کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ

''جو شخص اپنے پیغمبر پر درود شریف نہیں پڑھتا اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے نازل ہوسکتی ہے''۔

قائداعظم اکثر عید میلاد النبی ﷺ کے جلسوں میں شریک ہوتے تھے۔ 5 فروری 1945ء کو رسول اکرم ﷺ کے یوم ولادت کے موقع پر اپنا ایک پیغام لکھوایا جس کا متن کچھ یوں ہے:

''رسول اکرم ﷺ کے یوم پیدائش کے موقع پر میں آپ کو اس کے سوا اور کوئی پیغام نہیں دے سکتا کہ اسلام کی بہترین روایات اور دین جو ہم تک ہمارے پیغمبر کے ذریعے پہنچیں، دنیا بھر کے مسلمانوں کو ان کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے۔ اسلام جمہوریت، امن اور انصاف قائم کرنے کے لیے دنیا میں آیا تاکہ مجبوروں اور پسے ہوئے لوگوں کے حقوق کا تحفظ کیا جاسکے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اسی نصب العین کی خاطر جدوجہد میں گزارا۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ کہیں بھی ہو اس عظیم نصب العین اور اسلام کی شاندار روایات کو قائم رکھے''۔

مولانا شبیر احمد فرماتے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی نے 1945ء میں تھانہ بھون کی جامع مسجد میں وعظ

کرتے ہوئے فرمایا کہ

"تم لوگ کہتے ہیں کہ محمد علی جناح ایسا ہے، ویسا ہے، مگر رات کو جو میں نے خواب میں دیکھا ہے وہ کچھ اور ہی ہے۔ میں نے دیکھا کہ ایک وسیع وعریض میدان ہے جس میں کروڑہا لوگ ہیں۔ درمیان میں ایک مرصع تخت ہے جس کا حسن اور خوبی بیان کرنے کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں اس تخت پر حضور اکرم ﷺ اور ایک بے ریش شخص تشریف فرما ہیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ تو حضور سرور کائنات نے فرمایا: یہ محمد علی جناح ہے"۔

مولانا مزید فرماتے تھے کہ اس منظر اور بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قائداعظم کو حضور ﷺ سے بے حد محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کے بہت قریب تھے۔

1948ء کو قائداعظم نے عید میلاد النبی کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

"آج ہم دنیا کی عظیم ترین ہستی کو نذرانہ عقیدت پیش کرنے کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ آپ کی عزت و تکریم کروڑوں انسان ہی نہیں کرتے بلکہ دنیا کی تمام شخصیات آپ کے سامنے سر جھکاتی ہیں۔ میں ایک عاجز ترین انسان، خاکسار اور بندہ ناچیز اتنی عظیم ہستی کو بھلا کیسے نذرانہ عقیدت پیش کرسکتا ہوں؟ رسول کریم ﷺ عظیم مصلح تھے، عظیم رہنما تھے، عظیم قانون ساز تھے، عظیم سیاستدان اور عظیم حکمران تھے۔ اسلام کے اصول آج بھی اسی طرح قابل اطلاق ہیں جیسے تیرہ سو سال پہلے تھے۔ تیرہ سو سال پہلے ہمارے نبی ﷺ نے جمہوریت کی بنیاد رکھ دی تھی۔ اسلام ہر مسلمان کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے"۔

قائداعظم سچے اور پکے عاشق رسول تھے۔ وہ اپنے قول و کردار میں اقبال کے مرد مومن کا عملی پیکر تھے اور مومن کا سینہ عشق مصطفیٰ ﷺ کا گنجینہ ہوتا ہے۔ آج ہمیں ان کی زندگی کو اپنے لیے مشعل راہ بنانے کی ضرورت ہے۔

گوپال کرشن گوکھلے نے لکھا ہے کہ

"جناح میں سچائی ہے اور وہ فرقوں کے تعصبات سے پاک ہیں"۔

گوپال کرشن کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ

اسلام جمہوریت، امن اور انصاف قائم کرنے کے لیے دنیا میں آیا تاکہ مجبوروں اور پسے ہوئے لوگوں کے حقوق کا تحفظ کیا جاسکے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اسی نصب العین کی خاطر جدوجہد میں گزارا۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ کہیں بھی ہو اس عظیم نصب العین اور اسلام کی شاندار روایات کو قائم رکھے

قائداعظمؒ نے اپنی زندگی سیرت رسولؐ کی اتباع میں بسر کی اور اپنے کردار میں وہ تمام اعلیٰ اوصاف پیدا کیے جن کا حکم پیغمبر اسلام نے دیا تھا۔

سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ لکھتے ہیں:

"ارے مرد تو وہ ہے، جس بات پر ڈٹا چٹان کی طرح ڈٹ گیا، قہقہوں کے بادل اٹھے، اشکوں کی گھٹا چھائی، خون کی ندیاں بہہ گئیں، لاشوں کے انبار لگ گئے مگر کوئی چیز مسٹر جناح کے عزم، ہمت اور استقلال کو نہ ہلا سکی اور اس نے تاریخ کے اوراق کو پلٹ کر رکھ دیا"۔

اگر قائداعظم کے بارے میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے اس قول کو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دیکھیں تو شعب ابی طالب کی محصوری کا وہ زمانہ یاد آتا ہے جب ہر طرف مشکلات و مصائب کا انبار تھا، بھوک تھی، افلاس تھا، اپنوں کی زیادتیاں تھیں اور پھر جلا وطنی کا عالم تھا لیکن ہمارے عظیم نبی ﷺ کے پایہ استقلال میں لغزش نہ آئی تھی اور وہ دین کی اشاعت اور ترویج میں مصروف عمل تھے۔ قائداعظمؒ کی زندگی کے یہ لمحات و واقعات ان کے محبت رسول ﷺ کے عکاس ہیں۔

قائداعظم کا کردار اور ان کی شخصیت محبت رسول ﷺ کا عملی ثبوت ہیں۔ صدق، اخلاص اور ایمانداری ان کے کردار کے بنیادی جزو ہیں۔ موجودہ دور میں قائداعظمؒ کے اقوال اور ان کا کردار ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔☆☆☆☆☆

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا خواتین کیلئے مشعل راہ

آپ رضی اللہ عنہا 44ھ کو 74 سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں

ام حبیبہ رضا

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد کا نام ابوسفیان بن حرب بن امیہ بن عبد شمس اور والدہ کا ام صفیہ بنت ابی العاص بن امیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف تھا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی تھیں۔ گویا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن تھیں۔

ولادت:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی پیدائش کے مطابق ازواج مطہرات و صحابیات انسائیکلو پیڈیا میں یوں رقمطراز ہیں:

ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے سترہ سال قبل مکہ میں پیدا ہوئیں۔ اس وقت ابوسفیان صخر بن حرب کی عمر 33 سال تھی۔ آپ ﷺ کی پیدائش واقعہ فیل کے تیس سال بعد ہوئی۔(ص: 191)

آپ کی کنیت ام حبیبہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر عبیداللہ بن جحش سے ایک لڑکی حبیبہ پیدا ہوئی اس وجہ سے آپ کی کنیت ام حبیبہ ہے۔

ولادت پر والد کے تاثرات:

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ولادت کی خبر ان کے والد حضرت ابوسفیان کو جونہی ملی آپ کے تاثرات کو نواز رومانی اپنی تصنیف ازواج الرسول امہات المومنین میں یوں رقمطراز ہیں:

گھر میں کئی عورتیں موجود تھیں ابوسفیان سیدھا اندر گیا جہاں اس کی بیوی صفیہ اپنی نومولود بیٹی کے ساتھ موجود تھی وہ بچی کی طرف دیکھنے لگا۔ صفیہ خاوند کے چہرے پر ابھرنے والے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔ میرا دل کہتا ہے یہ بہت مبارک بچی ہے۔ صفیہ نے کہا: ہوں! ہاں ہاں ابو سفیان خیالات سے چونکا بھولپن کے ساتھ اس کے چہرے میں عجیب طرح کا نور جھلک رہا ہے یقیناً یہ بچی میرے سب خاندان کے لئے باعث رحمت ثابت ہوگی۔(صفحہ 479-478)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جن کا نام ان کے والد نے رملہ رکھا تھا اپنے ماں باپ کی آنکھوں کا تارا تھیں۔ وہ ان کی تمام تر خواہشات کو پورا کرتے تھے اور ان کی چھوٹی سی تکلیف پر بھی دونوں پریشان ہوجاتے تھے لیکن بالغ ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے والدین کو ان کے لئے ایک اچھے رشتے کی بھی فکر لاحق ہوگئی تھی۔ لہذا عبیداللہ بن جحش کے رشتے پر دونوں ماں باپ نے نہایت خوشی کا اظہار کیا۔

پہلا نکاح:

عبیداللہ بن جحش کے والدین کو جیسے ہی ابوسفیان کی بیٹی رملہ کے جوان ہونے اور دوسرے لوگوں کے رشتے بھیجنے کی اطلاع ملی تو انہیں بھی اپنے خوبصورت، نڈر اور نیک

سیرت بیٹے کا رشتہ تمام سے موزوں و مناسب اور بہتر و برتر محسوس ہوا۔ لہذا اس لئے ہاں کردی۔ یوں ابوسفیان کی چاندسی بیٹی رملہ کی شادی جحش بن رباب اور عبدالمطلب کی بیٹی امیم کے قابل فخر بیٹے عبیداللہ بن جحش کے ساتھ بڑے تزک و احتشام اور دھوم دھام سے ہوئی جس میں عرب کے تمام سرداران قبائل نے شرکت کی۔ تمام اکابرین اور زعماء بھی شریک ہوئے۔

(پرویز، پروفیسر خالد، امہات المومنین، ص264)

قبول اسلام: کم عمری سے ہی عبیداللہ بن جحش تلاش حق میں اپنے تین ساتھیوں ورقہ بن نوفل، عثمان بن حویرث اور زید بن عمرو نفیل کے ساتھ نکلے مگر تینوں ساتھی عبیداللہ بن جحش سے بڑے تھے لہذا تھوڑے تھوڑے عرصے کے فاصلے سے اپنے معبود حقیقی سے جاملے لیکن عبیداللہ بن جحش متواتر تلاش حق میں سرگرداں رہے اور بالآخر دین ابراہیم کا کھوج لگانے میں کامیاب ہوگئے کیونکہ آقا علیہ السلام نے نبوت کا دعویٰ کردیا تھا کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور آپ ﷺ کی صداقت وامانت تمام مکہ میں مشہور تھی۔ اس بناء پر وہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضری کے لئے گھر سے حبشہ کی جانب نکلے۔

ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص بارہ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد ساری زندگی کبھی ان نوافل سے ناغہ نہیں کیا

نواز رومانی اپنی تصنیف ازواج الرسول امہات المومنین میں یوں رقمطراز ہیں:

اللہ کے محبوب ﷺ اپنے رفقاء وعشاق کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ عبیداللہ اور رملہ کو آتے دیکھا تو چہرہ اقدس پر بشاشت نمودار ہوئی وہاں تشریف فرما حضرات نے راستہ دے دیا، دونوں قدموں کے قریب جا کر بیٹھ گئے۔ کیسے آئے ہو؟ حضور ﷺ نے اپنے مبارک لبوں کو جنبش دی۔ یارسول اللہ ﷺ! صدہا مقام شکر و امتنان ہوگا اگر ہمیں اپنی غلامی میں قبول فرمالیں۔ کس کی بیٹی ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے رملہ سے دریافت کیا۔ ابوسفیان صخر بن حرب کی۔ رملہ نے عرض کیا تو رسالت مآب ﷺ کو سن کر بے حد خوشی ہوئی اور پھر دونوں میاں بیوی کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔ وہاں موجود حاضرین کی بھی خوشی کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ (صفحہ نمبر 485-486)

قبول اسلام کے بعد دونوں میاں بیوی نے 6 بعثت نبوی ﷺ حبشہ ہجرت کی وہاں حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ زندگی نہایت خوش و خرم گزر رہی تھی لیکن کچھ عرصے بعد آپ رضی اللہ عنہا نے ایک خواب دیکھا۔

خاوند کا مرتد ہو جانا اور وفات:

ڈاکٹر ذوالفقار کاظم اپنی تصنیف ازواج مطہرات و صحابیات انسائیکلو پیڈیا میں یوں رقمطراز ہیں:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے خاوند عبیداللہ بن جحش کا چہرہ بری طرح مسخ ہوچکا ہے۔ جب آنکھ کھلی تو بہت پریشان ہوئیں چند دن بعد عبیداللہ بن جحش نے اپنی بیوی سے کہا، دیکھو میں پہلے نصرانی تھا پھر میں نے اسلام قبول کیا۔ یہاں حبشہ میں آکر میں نے محسوس کیا کہ نصرانیت ہی سب سے بہتر ہے لہذا میں نے دوبارہ نصرانیت اختیار کرلی ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم بھی نصرانیت قبول کرلو۔ یہی ہمارے لئے بہتر ہے۔ سیدہ رملہ بنت سفیان (ام حبیبہ رضی اللہ عنہا) نے خاوند کو اپنا خواب سنایا کہ شاید وہ ڈراؤنا خواب سن کر اپنے ارادے سے باز رہے۔ اس نے کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ شراب نوشی شروع کردی۔ ہر وقت شراب کے نشے میں دھت رہتا۔ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بہت پریشان ہوئیں کہ اب کیا ہوگا؟ دیار غیر میں اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کی دعا مانگی، کچھ عرصے

بعد کثرت شراب نوشی کی وجہ سے عبیداللہ بن جحش فوت ہوگیا۔(صفحہ 193)

صبرواستقامت اور دین سے وفاداری:

اس کٹھن دور میں آپ رضی اللہ عنہا کے پاس حبشہ میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا، سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا اور لیلیٰ رضی اللہ عنہا جیسی عظیم المرتبت خواتین سمیت 16 خواتین تھیں جنہوں نے آپ رضی اللہ عنہا کو دلاسہ دیا لیکن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اپنا زیادہ تر وقت یادالٰہی میں صرف کرنے لگیں۔مسند احمد میں بیان ہے کہ

ایک دفعہ رسول کریمﷺ نے فرمایا :جو شخص بارہ رکعت نفل روزانہ پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنایا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد ساری زندگی کبھی ان نوافل سے ناغہ نہیں کیا۔

حضورﷺ سے نکاح:

آپ رضی اللہ عنہا کے صبرو استقامت اور دین اسلام پر قائم رہتے ہوئے یادالٰہی میں مشغول رہنے کے سبب رب کریم نے خواب میں انہیں ام المومنین ہونے کی خوشخبری عطا کی۔

پروفیسر خالد پرویز اپنی تصنیف امہات المومنین میں یوں رقمطراز ہیں:

آپ رضی اللہ عنہا ایک رات محو استراحت تھیں کہ خواب دیکھتی ہیں کہ کسی نے آپ کو ام المومنین کہہ کر پکارا ہے۔آنکھ کھلی تو طبیعت پر خوش گوار اور دل پذیر اثرات مرتب ہوئے۔رگ و پے خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی اور انگ انگ انبساط سے بھر گیا۔ ان دنوں سردار الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کرچکے تھے۔اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جاچکی تھی۔ ایک روز کسی نے رسول رحمت حضرت محمد مصطفیٰﷺ کو حبشہ میں آباد مہاجرین کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا:

یارسول اللہﷺ! ابوسفیان کی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا انتہائی مشکل اور کٹھن حالات سے دو چار ہے۔ رئیس خاندان کی چشم و چراغ کسمپرسی کے دن گزار رہی ہے۔ اس کا قصور محض اتنا ہے کہ اس نے دین اسلام کو دل و جان سے قبول کرلیا ہے۔ خاوند مرتد ہوکر فوت ہوگیا ہے۔گود میں ایک چھوٹی سی بچی ہے لیکن صبرو استقامت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کررہی ہے، رشتہ دار بھی اس کی خبر نہیں لیتے کیونکہ وہ مسلمان ہے۔ وہ ہماری امداد اور اعانت کی مستحق ہے۔ رحمت للعالمین حضرت محمد مصطفیٰﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی حالت زار کے بارے میں سنا تو آپﷺ نے حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی مدد اور داد رسی کے لئے بے نظیر و بے مثال ترکیب سوچی۔ آپﷺ نے ایک صحابی حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہا کو شاہ حبشہ نجاشی کے دربار میں ایک مراسلہ دے کر روانہ کیا۔ آپﷺ نے اس مراسلے میں لکھا تھا کہ اگر ام حبیبہ رضی اللہ عنہا پسند کرے تو اس کا نکاح میرے ساتھ کردیا جائے۔(ص: 271 تا 272)

وہ مزید یوں لکھتے ہیں:

جس روز صبح کے وقت حضرت ام حبیبہ کے پاس کنیز ابرہہ کو بھیج کر آپﷺ کی رضا مندی حاصل کی گئی اسی روز شام کے وقت حبشہ کے بادشاہ اصحمہ نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو پیغام دیا کہ اپنے تمام مسلمان احباب کو لے کر میرے پاس تشریف لائیں۔ جب شام ہوئی تو حسب دعوت تمام پناہ گزیں مسلمان شاہی محل میں جمع ہوگئے۔ اس وقت ایک عجیب سماں تھا۔ بادشاہ نجاشی خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا تھا کہ اس کے دربار میں دو جہانوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰﷺ کا نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اس کے ہاتھوں انجام پذیر ہورہا تھا۔ اس کے لئے یہ بہت بڑی خوش بختی تھی کہ وہ حضرت محمدﷺ کے وکیل کی حیثیت سے تاریخ کی بہت بڑی سعادت سے فیض یاب ہورہا تھا۔ (صفحہ 273 تا 274)

ڈاکٹر ذوالفقار کاظم اپنی تصنیف ازواج مطہرات و صحابیات انسائیکلو پیڈیا میں یوں رقمطراز ہیں:

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اظہار تشکر کے طور پر کنیز ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور انگوٹھیاں انعام میں دیں۔ (صفحہ نمبر 195)

رسول ﷺ کی عزت و تکریم

آپ رضی اللہ عنہا، آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے ہمراہ نہایت خوش و خرم زندگی بسر کر رہی تھیں لیکن چودہ سال کے عرصے کے بعد رب قادر نے باپ سے بیٹی کو ملوایا۔ بیٹی نے اپنے باپ کو حجرے میں آنے کی دعوت دی۔ ابوسفیان جونہی بستر نبوی ﷺ پر بیٹھنے لگے تو آپ نے فوراً بستر نبوی ﷺ کو لپیٹ کر رکھ دیا۔

نواز رومانی اپنی تصنیف ازواج الرسول امہات المومنین میں یوں رقمطراز ہیں:

کیا تم نے اپنے باپ کو اس لائق بھی نہیں سمجھا کہ وہ بستر پر ہی بیٹھ سکے؟ ابوسفیان نے حیرانگی و حیرت سے پوچھا حضرت ام حبیبہؓ نے جواب دیا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر مبارک ہے اور آپ ابھی شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں لہذا میں نہیں چاہتی کہ آپ کے بیٹھنے سے اس بستر کے تقدس میں فرق آئے۔ (صفحہ نمبر 508)

وہ مزید لکھتے ہیں:

وہ محبوب کبریا ﷺ کے اس فرمان کی زندہ جاوید مثال تھیں کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک میری محبت اس کو، اس کی اولاد، والدین اور تمام لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔

آپ کی اسلام کے لیے خدمات:

وقت گزرتا رہا اور ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اپنے محبوب شوہر آقائے نامدار سے حاصل کردہ علم و عرفان اپنے روحانی بیٹے، بیٹیوں میں تقسیم فرماتی رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے 65 احادیث مروی ہیں اور ان میں سے دو متفق علیہ ہیں۔ اس ضمن میں پروفیسر خالد پرویز اپنی تصنیف امہات المومنین میں یوں رقمطراز ہیں:

ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا علم و فضل اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے اعلیٰ درجے پر فائز تھیں۔ امہات المومنین میں علم حدیث کے حوالے سے تیسرے درجے پر فائز تھیں کیونکہ پہلا درجہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسرا درجہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا تھا لیکن حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے 65 احادیث مروی ہیں۔ (صفحہ 280)

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ میں 44 ہجری کو 74 سال کی عمر میں اپنے خالقِ حقیقی سے جاملیں لیکن اپنے دائمی سفر پر جانے سے قبل آپ رضی اللہ عنہا نے امہات المومنین حضرت سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیدہ ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا کو بلا بھیجا جب وہ تشریف لائیں تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے ان سے مخاطب ہوکر کہا:

"مجھے ان امور میں معاف کردو جو ایک شوہر کی ازواج کے درمیان ہوجاتے ہیں لہذا جو کچھ میری جانب سے تمہارے متعلق واقع ہوا ہو اسے معاف کردو"۔

(ازواج الرسول امہات المومنین، صفحہ 519)

آپ کی زندگی کے کچھ پہلو:

جیسا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ امہات المومنین تمام امت مسلمہ کی خواتین کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لہذا ان کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوکر خواتین اپنی عائلی زندگی کو خوشگوار اور دین اسلامی کے مطابق بسر کرسکتی ہیں۔ اسی طرح ہم ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی سوانح حیات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ان کے چند ایک پہلو پر تبصرہ کریں گے کہ ہم اپنی زندگیوں میں کس طرح بہتری کا سامان پیدا کرسکتے ہیں۔

1۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے امت مسلمہ کو یہ پیغام دیا کہ ہر حال میں دین اسلام کو فوقیت دینی چاہئے۔ انسان کی پیدائش کا مقصد ہی یہی ہے۔ اس کے لئے چاہے کتنے ہی کٹھن دور سے کیوں نہ گزرنا پڑے۔ جیسے آپ نے

دین اسلام کو پسند کرتے ہوئے اپنے والد ابوسفیان کو مکہ چھوڑ کر اپنے شوہر کے ساتھ حبشہ ہجرت کی لیکن کچھ عرصے بعد جب ان کے شوہر عبیداللہ بن جحش مرتد ہوگئے تو ان کو لاکھ سمجھانے کے باوجود نہ ماننے پر تنہا زندگی بسر کرنا پسند کی۔ پھر نہایت صبر وشکر سے زندگی کے دن گزارنے لگیں۔اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دین اسلام کی راہ میں حائل اگر باپ، بھائی، شوہر میں سے جوبھی آئے تو فقط دین اسلام کوفوقیت دی جائے اور اللہ کی مدد و نصرت کا انتظار کرنا چاہئے لیکن ساتھ ہی یہ بھی سبق ہے کہ مصائب و آلام میں بھی اللہ رب العزت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے۔ رب قادر اگر کسی ابتلاء میں مبتلا کرتا ہے تو انسان کو اس مصیبت میں غرق کرنے کی غرض سے نہیں بلکہ اس پر ثابت قدم رہنے پر وہ انعام و اکرام سے نوازتا ہے جس طرح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کے رشتہ ازدواج میں منسلک کرکے انہیں دلی سکون و اطمینان میسر آیا۔

2۔ اگر شوہر نیک صالح ہو تو اس کا دل سے عزت و احترام کرنا بھی دین اسلام سے ثابت ہے جس طرح 16 سال بعد جب ام حبیبہ کے والد گرامی ابوسفیان اپنی بیٹی سے ملنے آئے تو آپ رضی اللہ عنہا نے انہیں عزت وتکریم دیتے ہوئے حجرے میں بلایا لیکن بستر نبوتﷺ پر بیٹھنے کی اجازت نہ دی۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا منصب بہت اونچا ہے مگر عام عورتوں کے لئے اس میں یہ حکم ہے کہ اپنے شوہر کی عزت وحرمت کا خیال رکھا جائے۔اس کی عیب جوئی نہ کی جائے۔

3۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دم آخر ام

امہات المومنین تمام امت مسلمہ کی خواتین کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ لہذا ان کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوکر خواتین اپنی عائلی زندگی کو خوشگوار اور دین اسلامی کے مطابق بسر کرسکتی ہیں

المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلاکر ان سے معافی طلب کی کہ ان معاملات میں معاف کردیں جو ازواج کے درمیان ہوجایا کرتے ہیں۔

اس سے تمام خواتین کو یہ سبق ملتا ہے کہ ہر کسی کے ساتھ احسن سلوک روا رکھنا چاہئے اور حتی الامکان محبت و امن اور بھائی چارگی کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہئے اور رشتوں کو جوڑنے کا سبب بننا چاہئے کیونکہ ہمیں ام المومنین کی حیات مبارکہ سے نہایت نازک رشتہ جو عرف عام میں سوتن کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اسے بھی کتنے احسن انداز سے نبھانے کی مثال ملتی ہے کہ دوران زندگی وہ پھونک پھونک کر قدم رکھنے کے باوجود بھی تادم آخر ان سے معافی مانگ کر اس دنیا کو خیر آباد کہتی ہیں تاکہ وہ اپنے دل پر کوئی بوجھ نہ لے جائیں لہذا ہمیں بھی اپنے تمام رشتوں کو اسی طرح سے نبھانا چاہئے تاکہ ایک پرامن و پرسکون فضاء کا حصول ممکن ہوسکے۔

اللہ رب العزت ہم سب کو حضورﷺ کے نعلین پاک اور شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے تصدق و نظر کرم سے ان پاک ہستیوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆☆

اظہارِ تعزیت

گذشتہ ماہ محترمہ حمیدہ بی بی (نائب قاصدہ ویمن لیگ) کی والدہ محترمہ

محترم محمد اقبال (آفس اسسٹنٹ منہاج یونیورسٹی) کی ہمشیرہ محترمہ خورشید بی بی قضائے الٰہی سے انتقال فرماگئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی بخشش فرمائے، انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین

آپ کی صحت

بچوں کی صحت کو کیسے بہتر کیا جائے؟

بچے میں ذائقے کی حس ایک سال کی عمر میں پروان چڑھنا شروع ہو جاتی ہے

ایک سال کی عمر کے بچے کو جو خوراک دیں گے وہ اس کا ذائقہ بن جائے گی

چھوٹی عمر کے بچوں کو بازاری کھانوں اور جنک فوڈ سے حتی المقدور بچائیں

ویشاء وحید

ذرا سوچئے! آج کل بچوں پر جو پریشر ہے پڑھائی کا یعنی صبح 7 بجے سے وہ شروع ہوتے ہیں۔ گھر پہنچتے ہیں کھانا کھاتے ہیں بلکہ گھر پہنچنے کے بعد وہ 15 منٹ نہیں بیٹھتے تو گھر پر ٹیوٹر آجاتے ہیں۔ اسی میں 2 گھنٹے گزر جاتے ہیں۔ اس کے بعد قاری صاحب یا قاریہ آجاتی ہیں۔ قرآن مجید پڑھانے اس سب کے بعد وہ بچہ جو صبح 7 بجے مشقت میں لگا بغیر کسی وقفے کے شام 6-5 بجے جا کر فارغ ہوتا ہے یعنی وہ مسلسل 12-10 گھنٹے پڑھائی کے نام پر چکی میں پس رہا ہے۔ آپ کے خیال میں آپ اپنے بچوں کے ساتھ ٹھیک کر رہے ہیں؟ آپ کے خیال میں یہ ہر اگلی نسل پچھلی نسل سے زیادہ کمزور ہے اس کے پیچھے آپ کا کوئی کردار نہیں ہے۔ بالکل اس میں آپ کا کردار

بچے کے سامنے یا اس کے ہاتھ میں فون، TV، I-pad چلا کر اس کو کھانا کھلانے کا رواج اپنی زندگی سے نکال دیں یا اپنا سکون یا آرام کا وقت نکالنے کے لیے اس کو فون پکڑا کر نہ بٹھا دیں۔ اس سے نکلنے والی شعاعیں اس قدر اندرونی نقصان پہنچاتی ہیں جس کا شاید آپ کو گمان بھی نہیں ہے

اور آپ کا یہ عمل بالکل غلط ہے۔ آپ کے بچے کے لیے بھی اور آنے والی نسلوں کے لیے بھی۔ آپ کا بچہ ایک روبوٹ بن گیا ہے اور بچے کی اپنی نشوونما اس سب سے متاثر ہو رہی ہے۔ بچے کے پاس اپنا ٹائم یا اپنے لیے ٹائم نہیں ہے جس کو آج کل کی زبان میں ہم 'Me time' کہتے ہیں۔ یعنی آپ اگر غور کریں تو بچہ ایک نوجوان یا ایک 20,25 سال کے انسان سے زیادہ مصروف ہے۔ ایک بڑے انسان کے پاس شاید پھر بھی اپنے دوست احباب سے ملنے کا ٹائم ہے مگر بچے کے پاس یہ ٹائم بھی نہیں ہے یعنی اگر کوئی رشتہ دار آجائے تو ماں باپ بچے کو الگ کمرے میں بھیج دیتے ہیں تاکہ اس کا So-Called پڑھائی کا ٹائم ٹیبل متاثر نہ ہو۔ مہینے دو مہینے میں چند گھنٹے اس کو اجازت ہوتی ہے کہیں باہر جا کر کھیلنے کی یا اپنے کزنز اور دوستوں کے ساتھ وقت گزارنے کی۔ اس سے بچے کی صحت ہر صورت متاثر ہو رہی ہے چاہے آپ اس کا شعور رکھیں یا نہ رکھیں۔ خاص طور پر بچے کا ذہن متاثر ہو رہا ہے یعنی اس کا ذہن اس کی عمر سے زیادہ بڑے مسئلوں کے بارے میں سوچ رہا ہے جس کی وجہ سے وہ مسلسل ذہنی تناؤ کا شکار ہیں۔ ہم جو تعلیم دے رہے ہیں وہ بہت سطحی ہے جس سے ان کی ذہنی نشوونما نہیں ہو رہی۔

بچوں کی صحت کو کیسے بہتر کیا جائے؟

ا۔ دودھ: 1 سال سے کم عمر کے بچے کے لیے بکری کا دود، 1 سال سے بڑا بچہ اس کے لیے گائے کا دودھ اور اس کے

ہر انسان کے لیے سب سے زیادہ ضروری خوراک صبح کا ناشتہ ہے اگر آپ کا بچہ صبح کا ناشتہ کیے بغیر سکول جاتا ہے تو پھر سے دو چیزیں ہوسکتی ہیں اس کے ساتھ یا تو وہ بھوکا رہے گا یا وہ باقی کے دن زیادہ کھائے گا

بعد بھینس کا دودھ بڑے بچے کے لیے اس کی Calcium اور Vitamin D فراہم کرنے میں سب سے زیادہ مددگار ہے اور اس میں 3-4 سال تک کے بچے کے لیے کوئی چینی، شکر وغیرہ ملانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

۲۔ سب سے اہم بات بچے کے ٹیسٹ بڈز 1 سال کی عمر میں develope ہو رہے ہوتے ہیں۔ اگر اس عمر میں آپ اپنے بچے کو باہر کی خوراک کا ذائقہ دے دیں گے پھر ساری زندگی شکایت بچے سے نہ کریں کہ وہ گھر کا کھانا نہیں کھاتا۔ اس کو بس باہر کی چیزیں ہی پسند آتی ہیں۔ گھر بنا بھی لیں باہر جیسا ذائقہ نہیں آتا بچے کو۔ تو اس میں بچے نخرے نہیں کر رہے۔ قصور آپ کا ہے کہ آپ نے اس کو اس عمر میں انہی ذائقوں سے متعارف کروایا ہے جن سے اب آپ ساری عمر اس کی جان چھڑوانے میں لگا دیں گے۔

۳۔ اس کو سکول کے لیے پیسے دینے کے بجائے گھر کی بنی چیزیں دیں۔ جس میں میٹھا ٹوسٹ، آلو کے چپس اور نوڈلز گھر کے مصالحے میں بنی ہوئی چیزیں پھل، شیک، آلو سے بنی مختلف چیزیں، کھچڑی، دال کے لڈو وغیرہ شامل ہیں۔

۴۔ اس کے علاوہ آپ کے لیے شاید یہ حیران کن انکشاف ہو کہ یہ تحقیق سے ثابت شدہ بات ہے کہ وہ بچے جو نانا نانی، دادا دادی کے ساتھ ان کے پیار محبت اور ان کے ساتھ وقت گزارتے ہیں وہ ذہنی نشوونما کے لحاظ سے ان بچوں سے بہتر ہوتے ہیں جو اس کے برعکس نشوونما پاتے ہیں۔

۵۔ بچے کے سامنے یا اس کے ہاتھ میں فون، TV، I-pad چلا کر اس کو کھانا کھلانے کا رواج اپنی زندگی سے نکال دیں یا اپنا سکون یا آرام کا وقت نکالنے کے لیے اس کو فون پکڑا کر نہ بٹھا دیں۔ اس سے نکلنے والی شعاعیں اس قدر اندرونی نقصان پہنچاتی ہیں جس کا شاید آپ کو گمان بھی نہیں ہے۔ اس کے بجائے وہ سارے کھیل جو آپ اپنے بچپن میں کھیلتے تھے بچوں کے ساتھ مل کر کھیلیں۔

۶۔ اس کے علاوہ صحیح کھانا ہی صرف ایک نہیں ہے صحیح خوراک اور صحیح وقت بھی ضروری ہے۔ یہ نہیں کہ ابھی ماں نے کھلایا پھر 15 منٹ بعد دادی نے کھلا دیا۔ 15 منٹ بعد پھر ابا نے کھلا دیا۔ اس طرح آپ اس کے معدے کو overhad کر رہے ہیں جس کی وجہ سے 2 چیزیں ہوسکتی ہیں یا تو وہ بہت Hyper ہوجائیں گے یا بہت سلو ہوجائیں گے۔ دونوں صورتوں میں بچہ موٹاپے کا شکار بھی ہوسکتا ہے اور وزن کم بھی ہوسکتا ہے۔

۷۔ ہر انسان کے لیے سب سے زیادہ ضروری خوراک صبح کا ناشتہ ہے اگر آپ کا بچہ صبح کا ناشتہ کیے بغیر سکول جاتا ہے تو پھر سے دو چیزیں ہوسکتی ہیں اس کے ساتھ یا تو وہ بھوکا رہے گا یا وہ باقی کے دن زیادہ کھائے گا۔

ماں کی ذمہ داری بچہ کے شروع کے سالوں میں سب سے زیادہ ہے یعنی وہ عمر جس میں آپ نے بچے کے ہر لاڈ اٹھانے ہیں تو لاڈ لاڈ میں اس کے اندر وہ خوراک اور وہ عادتیں نہ ڈال دیجئے گا جو ساری عمر کے لیے آپ کے اور آپ کے بچے کے لیے وبال جان اور مضر صحت بن جائیں۔ لاڈ اور پیار کا مطلب بچے کو ہر اس غلط عادت میں مبتلا کرنا نہیں ہے جو اس کے لیے نقصان دہ ہو، چاہے معاشرہ کتنا ہی اس عادت کا گرویدہ ہو بلکہ لاڈ اور پیار کا مطلب ذمہ داری ہے۔ ذمہ داری اپنے بچے کو محفوظ رکھنے کی ہر بیرونی اور اندرونی نقصان سے۔

☆☆☆☆☆

پیار کا مطلب ذمہ داری ہے۔ ذمہ داری اپنے بچے کو محفوظ رکھنے کی ہر بیرونی اور اندرونی نقصان سے

آپ کے سوالات اور شرعی جوابات

تبلیغِ دین امتِ مسلمہ کے ہر مرد و زن پر فرض ہے

موثر دعوتِ دین حکمت و تدبر کی متقاضی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ دعوت و تبلیغِ اسلام میں بسر ہوئی

مرتبہ: فریدہ سجاد

سوال: دعوت و تبلیغِ دین کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: اِسلام کی رُو سے حسبِ استعداد ہر مسلمان مرد اور عورت پر دعوت و تبلیغِ دین کا فریضہ ادا کرنا لازم ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ. (آل عمران۳: ۱۱۰)

تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ دعوت و تبلیغِ اسلام میں بسر ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں حضور نبی اکرم ﷺ کو تبلیغ کے عملی مراحل اور اُصول سکھاتے ہوئے فرمایا:

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ. (النحل، ۱۶: ۱۲۵)

(اے رسولِ معظم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلائیے اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجیے جو نہایت حسین ہو۔

عصرِ حاضر میں اسلام کی دعوت و تبلیغ وارثانِ علومِ نبوت کی حیثیت سے صرف علماء کا کارِ منصبی سمجھا جاتا ہے، جب کہ یہ امتِ مسلمہ کے ہر طبقہ فکر کا فریضہ ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَآ إِلَى للّٰهِ وَعَمِلَ صَٰلِحًا. (حم السجدة، ۴۱: ۳۳)

اور اس شخص سے زیادہ خوش گفتار کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے۔

مذکورہ آیت میں کسی خاص فرد یا جماعت کو دعوت و تبلیغ دین کا مکلّف ٹھہرانے کے بجائے عمومی طور پر ہر ایک کے لیے حکم ہے۔

سوال: داعی کے مخاطبین میں کتنے طبقات شامل ہوتے ہیں؟

جواب: داعی کے مخاطبین میں درج ذیل دو طبقات شامل ہوتے ہیں:

1۔ موافق طبقہ
2۔ مخالف طبقہ

سوال: موافق طبقے کو دعوت کیسے دی جائے؟

جواب: دعوت کے لیے موافقت رکھنے والے طبقے کی دو قسمیں ہیں:

پہلا موافق طبقہ:

پہلا موافق طبقہ وہ ہے جو راہِ راست سے بھٹکا ہوا تھا، اسے حق کی تلاش تھی اور اسے حق کے ساتھ کوئی عناد اور عداوت نہیں تھی لیکن کسی نے اسے راہِ ہدایت پر لانے کے لیے

دعوتِ حق نہیں دی، کسی نے اسے شر سے بچانے کی کوشش نہیں کی۔ اگر اسے راہِ حق کی طرف دعوت دی جاتی تو وہ دعوت و تبلیغِ دین کے پیغام کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جاتا۔ اِس پہلے موافق طبقے کو دعوت دینے کے لیے قرآن مجید فرماتا ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ . (النحل،١٦: ١٢٥)

(اے رسولِ معظّم!) آپ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت کے ساتھ بلائیے۔

حکمت کا مطلب یہ ہے کہ داعی مدعو کی ذہنی سطح، ماحول اور اُس کے اوپر اثر انداز ہونے والے عوامل، قلبی کیفیت، نفسیاتی صورت حال کو اچھی طرح سمجھے کہ وہ کیوں بھٹکا ہوا ہے؟ اُس کا سبب کیا ہے؟ کیا چیز اِس پر اثر انداز ہو رہی ہے۔ داعی کو چاہیے کہ مدعو کے فہم اور عقل کے مطابق اُسے اس انداز سے دعوت دے کہ اُس پر ہونے والے سابقہ اثرات کو زائل کر دے، جس چیز سے وہ لاعلم تھا اس کا اسے علم ہو جائے، اُسے خبر اور احساس ہوجائے کہ وہ جہالت کی تاریکی میں تھا اور یہ دعوتِ حق ہے۔ اس کے بعد داعی معمولی چیزوں کے بجائے جو اس کے لیے زیادہ اہم ہیں، ان کی حکمت کے ساتھ step by step دعوت دے تاکہ اس میں طلب اور خواہش مزید بڑھے۔ مثلاً اگر وہ فرائض کا تارک ہے تو داعی سیدھا سنتوں کی بات نہ کرے بلکہ پہلے فرائض کی طرف لائے، پھر سنتوں کی بات کرے اور آخر میں نوافل کا بتائے۔ جیسا کہ حدیث مبارک سے ثابت ہے:

ایک اعرابی حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے بتائیں اسلام کیا ہے؟ کیا چیز مجھ پر واجب ہے۔ فرمایا: دن اور رات میں پانچ وقت کی نماز ادا کرو، اُس نے پوچھا: اِس سے زائد کچھ نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں اِس سے زائد کچھ نہیں۔ ہاں اگر تمہارا دل چاہے کہ مزید نفلی عبادت کروں تو کر سکتے ہو۔ اُس نے پوچھا: اس کے علاوہ اور کیا مجھ پر فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: رمضان کے روزے رکھنا۔ اُس نے پوچھا: اِس سے زائد کچھ نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، کچھ نہیں، ہاں اگر تم نفلی روزے رکھنا چاہو تو رکھ سکتے ہو۔ اُس نے پوچھا: اس کے علاوہ اور کیا فرض ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: (اگر تم صاحب نصاب ہو تو اپنے مال کی) زکوٰۃ دینا۔ اُس نے عرض کیا: اِس سے زائد کچھ نہیں۔ فرمایا: کچھ نہیں، لیکن اپنی نفلی عبادات میں اضافہ کرنا چاہو تو کر سکتے ہو۔ یہ سن کر وہ شخص واپس جانے کے لیے مڑا اور اُس نے کہا: اللہ گواہ ہے، جو کچھ آپ نے بتایا ہے وہ کروں گا اور اِس سے زائد کچھ نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام ﷺ سے فرمایا: اگر یہ شخص اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو یہ فلاح پا گیا۔

دوسرا موافق طبقہ

دوسرا موافق طبقہ عام آدمی کا ہے، جسے سائنس، فلسفہ، علم، حکمت اور اُونچے درجے کی دماغی باتوں سے غرض نہیں بلکہ اس پر قلب اور جذبات کی بات اثر کرتی ہے۔ اس طبقہ کے لیے قرآن مجید نے فرمایا:

وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ . (النحل، ١٦: ١٢٥)

اور عمدہ نصیحت کے ساتھ۔

یعنی داعی مدعو کو مواعظِ حسنہ، اچھی، عمدہ اور موثر نصیحت کے ساتھ اس طرح دعوت دے کہ اس کی بات نہ صرف اس کے دل پر اثر انداز ہو بلکہ اس کے جذبات اور اَحوال کو بھی بدل دے۔

سوال: مخالف طبقے کو دعوت کیسے دی جائے؟

جواب: مخالف طبقہ سے مراد وہ طبقہ ہے جو دین سے بُغض رکھتا ہے، جو دین کی دعوت کے خلاف ہے اور نصیحت کی بات نہیں سننا چاہتا۔ اس طبقے کو دعوت دینے کے لیے قرآن مجید فرماتا ہے:

وَجَادِلْهُم بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ. (النحل، ١٦: ١٢٥)

اور ان سے بحث (بھی) ایسے انداز سے کیجیے جو نہایت حسین ہو۔

اُس طبقے کے ساتھ داعی عمدہ انداز کے ساتھ جدال (debate) کرے۔ مذکورہ آیت مبارکہ کے الفاظ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ سے مراد بھی یہی ہے کہ صرف عمدہ طریقے سے نہیں بلکہ نہایت ہی اَحسن طریقے کے ساتھ مخالف سے بات کی

جائے۔ کیونکہ قرآن مجید نے داعی کے لیے شرط لگا دی کہ جب وہ مخالف سے بات کرے تو اُس کو نہ تو للکارے، نہ جھگڑے کے انداز میں بات کرے، نہ اُس پر تہمت لگائے، نہ فتویٰ بازی کرے، نہ اُس کی تذلیل وتحقیر کرے، نہ اُسے اسلام سے خارج کرے۔ اگر وہ غیر مسلم ہے تو بات کا آغاز یہاں سے نہ کرے کہ تم کافر ہو، مشرک ہو، تم تو سیدھے جہنم میں جاؤ گے، بلکہ ایسے افراد کے ساتھ بات کرنے کا انداز اور سلیقہ بھی قرآن مجید ہمیں سکھاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ تَعَالَوْاْ إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا ٱللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِۦ شَيْـًٔا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْاْ فَقُولُواْ ٱشْهَدُواْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ. (آل عمران، ۳: ۱۶۴)

آپ فرما دیں: اے اہلِ کتاب ! تم اس بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم تو اللہ کے تابع فرمان (مسلمان) ہیں۔

یعنی داعی مفترقات سے بات شروع نہ کرے بلکہ مشترکات (commonalities) پر بات کرکے اسے قریب لائے، اس کے اندر سننے کی گنجائش پیدا کرے تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ یہ متنفر کرنے والا اور سخت گیر نہیں ہے، یہ میری فکر اور احوال سے واقف ہے، میری کچھ باتوں کو اچھا جانتا ہے۔ بالآخر مدعو اس درجہ تک پہنچ جائے کہ داعی کی بات سننے اور سمجھنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو جائے۔ اس کے بعد داعی دلیل کے ساتھ بات کرے تاکہ اُس کا دل و دماغ حق کی طرف منتقل ہو سکے۔ دورانِ دعوت داعی کے قلب و نظر میں وسعت ہونی چاہیے کہ اگر مدعو اختلاف کرتا ہے تو اُسے اختلاف کی گنجائش دے، لیکن اپنی دلیل اور طرزِ عمل سے اُس کی فکر اور رویے کو بدلنے کی حتی المقدور کوشش کرے اور معاملہ اللہ پر چھوڑ دے۔ اس دوران داعی کا جدالِ اَحسن جتنا عمدہ ہوگا اُتنا ہی اُس میں خیر ہوگی۔

سوال: اگر مخالف طبقہ داعی کی دعوت کو ردّ کر دے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟

جواب: مخالف طبقے کو دین کی دعوت پہنچانے کے انداز اور کلام میں تہذیب، شائستگی اور لطافت ہونی چاہیے اور debate کا اختتام خوبصورت طریقے سے ہونا چاہیے۔ پھر بھی اگر وہ دعوت کو ردّ کر دیں تو ایسی صورت میں اُن سے کیا رویہ رکھا جائے، اس حوالے سے قرآن مجید فرماتا ہے:

فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِىَ لِلَّهِ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ وَٱلْأُمِّيِّۦنَ ءَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُواْ فَقَدِ ٱهْتَدَواْ وَّإِن تَوَلَّوْاْ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ ٱلْبَلَٰغُ وَٱللَّهُ بَصِيرٌۢ بِٱلْعِبَادِ. (آل عمران، ۳: ۲۰)

(اے حبیب!) اگر پھر بھی آپ سے جھگڑا کریں تو فرما دیں کہ میں نے اور جس نے (بھی) میری پیروی کی اپنا روئے نیاز اللہ کے حضور جھکا دیا ہے، اور آپ اہلِ کتاب اور اَن پڑھ لوگوں سے فرما دیں: کیا تم بھی اللہ کے حضور جھکتے ہو (یعنی اسلام قبول کرتے ہو)؟ پھر اگر وہ فرمانبرداری اختیار کر لیں تو وہ حقیقتاً ہدایت پا گئے، اور اگر منہ پھیر لیں تو آپ کے ذمہ فقط حکم پہنچا دینا ہی ہے، اور اللہ بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

اِس آیت مبارکہ میں دعوت دینے سے لے کر اس کی قبولیت/ردّ تک کے تمام مراحل بخوبی واضح کردیے گئے ہیں۔ جب داعی حکمت کے ساتھ تمام دلائل دے کر ساری بات سمجھا دے اور گفتگو ختم ہوجائے تو پوچھے کہ کیا اسلام قبول کرتے ہو؟ اگر وہ کہیں کہ ہم اسلام اور حق کو قبول کرتے ہیں تو وہ ہدایت پا گئے۔ لیکن اگر وہ کہیں کہ ہم ردّ کرتے ہیں اور اسلام قبول نہیں کرتے ہیں، تو داعی کی ذمہ داری صرف پیغام پہنچانا تھا، جو وہ پہنچا چکا۔ اِس سے زیادہ کوئی چیز اس کے ذمہ نہیں کیونکہ باقی اللہ کے بندوں کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ یہ داعی کی دعوت کا حُسنِ اختتام ہے۔

☆☆☆☆☆

گلدستہ

خشک میوہ جات اور ان کے طبی فوائد

سردیوں میں بیماریوں سے محفوظ رہنے کے آسان طریقے

لیموں کا بام، ادرک، لہسن کے فوائد

مرتبہ: حافظہ سحر عنبرین

کامیاب لوگوں کی سوچ:

ایک امریکی T.Harv Eker نے ریسرچ کی اور بتایا کہ کامیاب اور امیر لوگ کیسے سوچتے ہیں۔

۱۔ کامیاب اور خوشحال لوگوں کو یقین ہوتا ہے کہ وہ اپنی زندگی خود بناتے ہیں۔ اپنی تقدیر کے خود مالک ہیں جب کہ ناکام اور غریب لوگوں کو یقین ہوتا ہے کہ زندگی خود بخود بنتی ہے۔

اگر آپ کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو آپ کو یقین کرنا ہوگا کہ صرف آپ ہی کامیابی پیدا کرتے ہیں۔ کامیابی، غربت اور دولت کے حوالے سے شعوری، غیر شعوری طور پر سب کچھ آپ ہی کرتے ہیں۔

زندگی میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی ذمے داری قبول کرنے کی بجائے غریب اور ناکام لوگ اپنے آپ کو حالات کا شکار سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگ حکومت، حالات، سٹاک مارکیٹ، دلال، مالک، منیجر، گاہکوں، اپنے پارٹنر کو اپنی ناکامی کا ذمے دار ٹھہراتے ہیں۔ یہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ دولت کوئی اہم چیز نہیں۔ اگر دولت کو اہم نہیں سمجھتے تو سادہ سی بات ہے کہ اسے حاصل نہ کر سکیں گے۔ دوسری طرف کوئی بھی امیر آدمی اس بات پر یقین نہیں رکھتا کہ دولت اہم نہیں ہے۔

الزام تراشی اور شکایت کرنا جسمانی اور مالی صحت کے لیے بدترین چیز ہے۔ اصول یہ ہے کہ جس چیز پر توجہ مرکوز کرتے ہیں وہ پھیل جاتی ہے لہذا جہاں تک ممکن ہو سکے منفی لوگوں، شکایت اور الزام تراشی والے لوگوں سے دور رہیں۔

ایک ہفتہ شکوہ شکایت نہ کریں۔ مشکل ضرور ہے مگر اس کے نتائج مثبت اور حیران کن ہوں گے۔ ہر بار جب بھی کسی کو الزام دیتے ہیں، ناکامی کا جواز پیش کرتے ہیں، خود کو حق بجانب ثابت کرتے ہیں یا شکوہ شکایت کرتے ہیں تو اپنی کامیابی اور مالی خوشحالی کا گلا گھونٹتے ہیں۔

۲۔ امیر لوگ دولت کا کھیل، جیتنے کے لیے کھیلتے ہیں جب کہ غریب لوگ دولت کا کھیل اس سوچ کے ساتھ کھیلتے ہیں کہ کہیں وہ ہار نہ جائیں۔ امیر لوگوں کا گول بہت سی دولت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ تھوڑی نہیں بلکہ بہت سی دولت جبکہ غریب لوگ اتنی دولت چاہتے ہیں کہ بل ادا ہو سکیں۔ قانون کشش کے تحت آپ جس چیز کے بارے میں زیادہ سوچتے ہیں وہی حاصل کرتے ہیں۔ اگر آپ بہت دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو بہت سی حاصل کر لیں گے۔ اگر آپ صرف بل ادا کرنے کے لیے دولت چاہتے ہیں تو آپ کو اتنی ہی ملے گی۔

۳۔ کامیاب اور امیر لوگ اپنے آپ سے پختہ عہد (Commit) کرتے ہیں کہ انہیں کامیاب اور امیر ہونا ہے جبکہ ناکام اور غریب صرف کامیاب اور امیر ہونے کی خواہش رکھتے ہیں۔ درحقیقت بہت سے لوگ کامیاب اور خوشحال ہونا چاہتے ہیں۔ لوگوں کی اکثریت اپنی خواہش کے مطابق چیزیں حاصل نہیں کرتی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ قطعی

(Definitely) طور جانتے ہی نہیں کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ لوگوں کی اکثریت دل سے امیر ہونا ہی نہیں چاہتی۔ اس حوالے سے ان کے لاشعور میں کئی طرح کی منفی سوچیں، خیالات اور خوف ہوتے ہیں، مثلاً اس کے لیے مجھے محنت کرنا ہوگی، شاید میری صحت خراب ہوجائے، شاید مجھے لوٹ لیا جائے، میرے بچوں کو اغوا کرلیا جائے، وغیرہ۔ آپ ہمیشہ وہ چیز حاصل کرلیتے ہیں جو آپ دل و جان سے چاہتے ہیں، دل کی گہرائیوں سے چاہتے ہیں اور اس کے حصول کے لیے سب کچھ کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ اگر آپ اپنی خواہش کے مطابق دولت حاصل نہیں کررہے تو اس کی پہلی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ آپ لاشعوری طور پر اسے حاصل کرنا نہیں چاہتے، دوسری وجہ یہ ہوتی ہے کہ آپ وہ کچھ کرنے پر آمادہ نہیں جو اس کے حصول کے لیے ضروری ہے۔

۴۔ کامیاب لوگ اپنے گول کو حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کرتے ہیں۔ پھر اس کے حصول کے لیے بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ وہ اپنے آپ سے عہد کرتے ہیں کہ یا تو وہ کامیاب ہوجائیں گے یا پھر کوشش کرتے ہیں فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے۔ اس لیے گول کے حصول کے لیے وہ سب کچھ لگا دیتے ہیں جو ان کے پاس ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب آپ عہد کرلیں تو پھر پوری کائنات آپ کی مدد کرے گی، معاون ہوگی، تعاون کرے گی اور رہنمائی کرے گی، حتیٰ کہ آپ کے لیے معجزے پیدا کرے گی مگر سب سے پہلے آپ کو عہد کرنا ہوگا۔

۵۔ کامیاب اور امیر لوگوں کی سوچ بلند ہوتی ہے۔ وہ بڑے اور اعلیٰ گول بناتے ہیں۔ ناکام اور غریب لوگوں کی سوچ پست ہوتی ہے۔ جونہی آپ اور اونچا سوچتے ہیں تو ہر چیز بدل جاتی ہے۔ اونچا سوچیں گے تو اونچے اقدامات اٹھائیں گے اور عظیم کامیابیاں حاصل کریں گے۔ اگر آپ کی سوچ اونچی نہ ہوگی تو آپ کے اقدامات بھی اعلیٰ نہ ہوں گے اور آپ بڑی کامیابیاں حاصل نہ کرسکیں گے۔ اونچا سوچیں یا پست، انتخاب آپ کا ہے۔

کامیاب اور امیر لوگ اپنی توجہ کامیابی کے مواقع (Opportunities) پر مرکوز کرتے ہیں جب کہ ناکام اور غریب لوگوں کی توجہ رکاوٹوں پر ہوتی ہے۔ امیر لوگ امکانی بڑھوتری (Potential growth) دیکھتے ہیں جبکہ غریبوں کو نقصانات نظر آتے ہیں۔ امیر فوائد کے بارے میں سوچتے ہیں جبکہ غریب نقصان کے بارے میں سوچتے ہیں۔ امیر کامیابی کی توقع رکھتے ہیں جبکہ غریب ناکامی کی۔ کامیاب لوگوں کی توجہ اس چیز پر ہوتی ہے جو وہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جبکہ ناکام کی اس چیز پر جو وہ نہیں چاہتے۔ ناکام لوگ اکثر اوقات یہ سوچتے ہیں کہ کہیں وہ ناکام نہ ہوجائیں۔ کائنات کے قانون کے تحت جس چیز پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے وہ پھیل جاتی ہے۔ کامیاب فرد ہر چیز میں مواقع تلاش کرتے ہیں جبکہ ناکام لوگوں کی توجہ رکاوٹوں اور مسائل پر ہوتی ہے۔ آپ جس چیز پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، وہی ملتی ہے۔ لہذا اگر آپ کامیاب اور خوشحال ہونا چاہتے ہیں تو اپنی توجہ کامیابی اور خوشحالی پر مرکوز کریں۔

خشک میوہ جات اور ان کے طبی فوائد

موسم سرما میں خشک میوہ جات قدرت کا بہترین تحفہ ہیں۔خشک میوہ جات ذہنی اور جسمانی توانائی کا سبب بنتے ہیں اور یہ غذائیت سے بھر پور ہوتے ہیں، ان میوہ جات میں بادام، پستہ،اخروٹ، کاجو، مونگ پھلی، چلغوزے، خوبانی، ناریل، کشمش، انجیر شامل ہیں۔طبی لحاظ سے میوہ جات صحت کے لیے انتہائی فائدہ مند ہیں،جس کے فوائد کچھ اس طرح سے ہے:

۱۔بادام: یہ کیلشیئم سے بھرپور ہوتا ہے دماغ، جگر اور آنتوں کے امراض کیلئے بے حد مفید ہے، بادام کے تیل کو چہرہ پر لگانے سے چہرہ تروتازہ رہتا ہے۔

۲۔پستہ: اس کے علاوہ پستہ بھی اہمیت کا حامل میوہ ہے جو جسمانی وزن کو کم اور کولیسٹرول کو نارمل رکھتا ہے اس کے علاوہ دل کے امراض کے لئے بھی مفید ہے۔

۳۔اخروٹ: اس کی تاثیر گرم ہوتی ہے اس میں فولاد، کیلشیم، پوٹاشیم، پروٹین، زنک،فائبر، سوڈیم، سلینیم اور میگنیشیم پایا جاتا ہے، جو شوگر، بلڈ پریشر کے لیے بے حد فائدہ مند ہے، اس کے علاوہ اخروٹ کے تیل کی مالش جوڑوں کے درد کے لئے مفید ہے۔

۴۔مونگ پھلی: سردیوں کے موسم میں ملنے والی سوغات مونگ پھلی اخروٹ کا متبادل تصور کی جاتی ہے مونگ

پھلی دیگر میواجات کی نسبت سستے داموں دستیاب ہے، ذیابیطس میں اس کا استعمال فائدہ مند ہے۔

۵۔انجیر: اس کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے، قدرت نے اس پھل میں بیش بہا خزانے پوشیدہ رکھے ہیں ہاضمہ کی بہتری میں بے حد مفید اور چہرے کی رنگت کو صاف رکھتا ہے۔

۶۔ چلغوزہ: موسم سرما میں اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے، چلغوزہ پٹھوں کی مضبوطی، مقوی دل اور پتھری کو ختم کرنے میں بہت پر اثر ہے، بدن کو طاقت مہیا کرتا ہے اور گردوں کے امراض کو دور کرنے میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ خشک میوے مہنگے ضرور ہوتے ہیں لیکن سردیاں ان سوغات کے بغیر ادھوری ہیں۔

سردیوں سے ہونے والی بیماریوں سے محفوظ رہنے کے آسان طریقے

موسم سرما کی آمد سے قبل بخار، زکام، کھانسی سمیت دیگر بیماریاں پھیلنے لگتی ہیں جو ہر کسی کے لیے تکلیف کا باعث بنتی ہیں۔ درج ذیل اشیاء کا استعمال بڑھا دیں تو موسمی تبدیلیاں اثر انداز نہیں ہوتیں۔

لیموں کا بام

لیموں کو اچھی طرح سے نچوڑ کر اُس کی مالش کرنے سے وائرس سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔

ادرک

ادرک کے استعمال بڑھانے سے کم از کم ایک بار چائے میں ڈال کر پینے سے موسمی وائرس اثر انداز نہیں ہوتا ساتھ ہی کھانوں میں بھی اس کی مقدرا کو بڑھائیں۔

لہسن

لہسن وہ سبزی ہے جو سردیوں سے قبل ہونے والی مختلف بیماریوں یا انفیکشن کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتی ہے، اگر لہسن کے استعمال کو بڑھا دیا جائے تو اس سے پھیپھڑے محفوظ رہتے ہیں۔

چکن کوفتہ کڑی:

اجزاء: چکن قیمہ 1 کلو، نمک حسبِ ضرورت، ہرا دھنیا چوپ کیا ہوا 2 کھانے کے چمچ، پودینہ چوپ کیا ہوا 2 کھانے کے چمچ، ہری مرچ چوپ کی ہوئی 2 کھانے کے چمچ، پیاز چوپ کیا ہوا 2عدد، ادرک لہسن کا پیسٹ 2 کھانے کے چمچ، کاجو پسے ہوئے ڈیڑھ کھانے کے چمچ، بھُنے ہوئے چنے کا پاؤڈر ڈیڑھ کھانے کے چمچ، چار مغز ڈیڑھ کھانے کے چمچ، انڈا 1 عدد، زیرہ پاؤڈر 2 کھانے کے چمچ، دھنیا کُٹا ہوا 2 کھانے کے چمچ، گرم مصالحہ 1 کھانے کا چمچ، ٹماٹر پسے ہوئے 4 عدد، دہی 1 کپ، لال مرچ پسی ہوئی 2 کھانے کے چمچ، ہلدی 1 چائے کا چمچ، آئل 1 کپ، کریم 3 کھانے کے چمچ، گرم پانی آدھ کپ

ترکیب: ایک برتن میں چکن قیمہ لیں اس میں آدھ پیاز چوپ کیا ہوا ڈال کر اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ ،نمک ،پودینہ ،ہرا دھنیا ،ہری مرچ ،انڈا ،گرم مصالحہ آدھ کھانے کا چمچ ،زیرہ پاؤڈر ایک کھانے کا چمچ ،دھنیا کُٹا ہوا ایک کھانے کا چمچ ،بھُنے ہوئے چنے کا پاؤڈر ،چار مغز ،کاجو پسے ہوئے اور لال مرچ پسی ہوئی ڈال کر اچھی طرح ملا لیں۔ اب اس کے کوفتے بنا لیں اور بیس سے پچیس منٹ کے لیے فریج میں رکھ دیں۔ اب ایک برتن میں آئل آدھ کپ ڈال کر شیلو فرائی کر لیں۔ اب ایک پین میں آدھ کپ آئل لیں اس میں ڈیڑھ پیاز ڈال کر لائیٹ براؤن کر لیں۔ اب اس میں ادرک لہسن کا پیسٹ ایک کھانے کا چمچ، ٹماٹو پیوری، نمک، لال مرچ پسی ہوئی ایک کھانے کا چمچ، ہلدی، دھنیا پسا ہوا ایک کھانے کا چمچ، زیرہ پسا ہوا ایک کھانے کا چمچ، گرم مصالحہ آدھ کھانے کا چمچ، دہی، کریم اور گرم پانی آدھ کپ ڈال کر آٹھ سے دس منٹ کے لیے بُھنائی کریں۔ اب اس میں کوفتے ڈال کر تین سے چار منٹ کے لیے ہلکی آنچ پر دم دیں۔ آخر میں ہرا دھنیا، ادرک اور ہری مرچ ڈال دیں مزیدار مرغ کوفتہ کڑی تیار ہے۔

☆☆☆☆☆

37ویں عالمی میلاد کانفرنس 2020ء

کانفرنس میں خواتین کی بھرپور شرکت اور شیخ الاسلام کی مبارکباد

جملہ مکاتبِ فکر کے جید علماء نے عالمی میلاد کانفرنس میں شرکت کی

اختتام پر آتش بازی کا دلکش منظر اور فضاء درود و سلام سے گونجتی رہی

رپورٹ

تحریک منہاج القرآن امت مسلمہ میں عشق و محبتِ مصطفیٰ ﷺ کی شمع روشن کرنے کے لیے ماہِ میلاد النبی ﷺ نہایت منظّم انداز میں مناتی ہے۔ سال رواں میں بھی عالمی میلاد کانفرنس کا اہتمام مینار پاکستان کی گراؤنڈ میں کیا گیا جس میں ہزاروں کی تعداد میں ملک کے نامور علماء کرام، نعت خواں، مرد وخواتین اور بچوں نے شرکت کی۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری چیئرمین سپریم کونسل، صدر منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین قادری، ناظم اعلیٰ تحریک منہاج القرآن خرم نواز گنڈا پور، نائب صدر بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد، محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری، محترمہ فضہ حسین قادری، صدر ویمن لیگ محترمہ فرح ناز ان کی ٹیم اور مرکزی قائدین اور جملہ تنظیمات نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔

تحریک منہاج القرآن کے زیراہتمام مینار پاکستان کے گراؤنڈ میں منعقدہ 37 ویں عالمی میلاد کانفرنس سے سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے کینیڈا سے ویڈیو لنک کے ذریعے خطاب کیا جس میں انہوں نے کہا کہ حضور نبی اکرم نبی آخرالزمان ﷺ پیغمبر امن و سلامتی اور رحمۃ للعالمین ہیں، انہوں نے انسانیت کو اخوت، محبت، اعتدال اور رواداری کی تعلیم دی، انہوں نے کہا: ”میں اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے خلاف اقوام متحدہ سمیت دنیا کے تمام سربراہان مملکت کو خط لکھوں گا، ہر مذہب میں پیغمبران خدا کی اہانت ایک جرم اور گناہ ہے“۔ انہوں نے عالمی میلاد کانفرنس کے ہزاروں شرکاء کے ہمراہ ایک منٹ کیلئے کھڑے ہوکر خاکوں کے خلاف اپنا احتجاج ریکارڈ کروایا اور تمام مسالک کے علماء اور دیگر مذاہب کے نمائندوں کو منہاج القرآن کی میلاد کانفرنس میں خوش آمدید کہا۔

عالمی میلاد کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ادارہ تعلیمات اسلامیہ کے بانی و سربراہ معروف عالم دین مذہبی شخصیت سید ریاض حسین شاہ نے کہا کہ اسلام کی پرامن تعلیمات اور فروغ عشق مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے جو قرض امت پر تھا اسے ڈاکٹر طاہرالقادری نے ادا کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے، آج اگر گلی گلی اور نگر نگر میں یارسول اللہ ﷺ کے نعرے سنائی دے رہے ہیں تو یہ دراصل ڈاکٹر طاہرالقادری کے سینے میں موجود علم وعرفان کا نور ہے جو لاکھوں، کروڑوں لوگوں کو فیض یاب کر چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب اللہ نے حلم اور حسن تکلم سے نوازا ہے، آپ اہانت آمیز خاکوں پر پوری دنیا کے سربراہان کو خط لکھ کر اس سنگینی پر ان کی توجہ مبذول کروائیں یہ عمل سنت رسول ﷺ بھی ہے، ہوسکتا ہے کہ اس نبوی عمل سے جو آج دشمن ہیں وہ کل دوست بن جائیں اور اسلام مخالف جذبات کی تہہ تک جائیں تاکہ صحیح حکمت عملی وضع کرنے میں مدد مل سکے۔ انہوں نے شاندار عالمی میلاد کانفرنس کے انعقاد پر ڈاکٹر طاہرالقادری اور ان کے جملہ قائدین و کارکنان کو مبارکباد دی۔

امیر متحدہ جمعیت اہل حدیث سید ضیاء اللہ شاہ بخاری نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر صاحب ہم آپ کے علم، بصیرت اور فراست کے قائل ہیں، آپ اہانت آمیز خاکوں کے معاملے میں اپنا علمی کردار ادا کریں اور فرانس کے بے شعور انسان کو متنبہ کریں کہ وہ اپنے ملک کو تباہی کی طرف نہ لے کر جائیں، جو بھی رسول اللہ ﷺ کی بے حرمتی کرتا ہے وہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارتا ہے، میرے آقا ﷺ کی حرمت کا محافظ عرش والا رب خود ہے، انہوں نے کہا کہ حضور نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو شخص بھی مجھے خواب میں دیکھے گا اس کو یقین کرنا چاہیے کہ اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری مثل نہیں بن سکتا، جب شیطان نبی کی مثل نہیں بن سکتا تو کارٹون بنانے والے شیطان کے چیلے ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ جو بھی رحمۃ للعالمین کی شان میں گستاخی کرے گا ضرور سزا پائے گا، ہم علم، دلیل، بصیرت اور فراست کے ساتھ ڈاکٹر طاہرالقادری کی قیادت میں اس کا جواب دے کر چھوڑیں گے۔ انہوں نے کہا کہ تحریک منہاج القرآن اور ڈاکٹر طاہرالقادری نے امت کو امن، محبت، اعتدال اور رواداری کا راستہ دکھایا ہے۔

چیئرمین اتحاد امت علامہ محمد امین شہیدی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس اور ناموس کی حفاظت کے لئے پوری امت متحد اور یکجا ہے، عشق رسول ﷺ کے اظہار میں کوئی گورا کالا نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ دو تہذیبوں کے درمیان جنگ چھڑی ہوئی ہے، ایک طرف نبی کریم ؟ کی دی ہوئی تہذیب اور اسلام کا دیا ہوا کلچر ہے، دوسری طرف مغرب کی مادر پدر آزاد تہذیب اور کلچر ہے، مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام آخری سانسیں لے رہا ہے اور مغرب نبی کریم ﷺ کی دی ہوئی تہذیب سے سہا ہوا ہے کیونکہ ان کے اپنے لوگ بے سکونی کا شکار ہیں اور یورپ میں اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے جس کا غصہ وہ اوچھے انداز سے نکال رہے ہیں، انہوں نے کہا کہ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے کبھی طالبان، کبھی داعش تشکیل دی جاتی ہے اور کبھی بوکوحرام کے شوشے چھوڑے جاتے ہیں، مغرب یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ اسلام انتہا پسندی اور دہشت گردی کا مذہب ہے، یہ اپنی ان ناپاک کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوسکیں گے۔ انہوں نے عالمی میلاد کانفرنس کے کامیاب انعقاد پر ڈاکٹر طاہرالقادری اور جملہ رہنماؤں کو مبارکباد دی۔

منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن ڈاکٹر محمد حسین محی الدین قادری، خرم نواز گنڈاپور نے مہمانوں کو عالمی میلاد کانفرنس میں خوش آمدید کہا، عالمی میلاد کانفرنس سے خرم نواز گنڈا پور، محمد رضی نیازی، ریورنڈ ڈاکٹر مجید ایبل، سردار بھوپال سنگھ چاولہ، پنڈت مانگت رام شرما، رتن لال آریہ، مظہر محمود علوی، سدرہ کرامت، عرفان یوسف نے خطاب کیا۔ سٹیج پر چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، صدر منہاج القرآن ڈاکٹر حسین محی الدین قادری قادری، سید احمد مسعود دیوان، راجہ زاہد محمود، حافظ غلام فرید، جواد حامد و دیگر بیٹھے ہیں۔

سینئر ریسرچ سکالر عین الحق بغدادی نے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، ڈاکٹر حسین محی الدین قادری کی نئی شائع ہونے والی کتب کا تعارف پیش کیا۔ اقلیتی راہنماؤں نے توہین آمیز خاکوں کی مذمت کی اور کہا کہ یہ امن عالم کے خلاف ایک سازش ہے، مختلف مذاہب کے نمائندوں نے کہا کہ اس نوع کی اہانت کی اجازت دنیا کا کوئی مذہب نہیں دیتا۔

بین الاقوامی شہرت یافتہ ثنا خوان مصطفیٰ ﷺ حافظ مرغوب احمد ہمدانی، اختر حسین قریشی، پروفیسر عبدالرؤف احمد روفی، تسلیم احمد صابری، افضل نوشاہی، حمزہ نوشاہی، شہزاد برادران نے خوبصورت آواز میں نعتیں پیش کیں۔ خواتین اور بچوں نے کبوتر اور غبارے چھوڑ کر ولادت مصطفیٰ ﷺ پر اپنی مسرت کا اظہار کیا۔ عالمی میلاد کانفرنس رات 9 بجے سے لے کر صبح ساڑھے 4 بجے تک جاری رہی۔ تقریب کے اختتام پر آتش بازی کا شاندار مظاہرہ کیا گیا اور درود وسلام کے ورد کے ذریعے ولادت مصطفیٰ ﷺ کی خوشی منائی گئی۔

☆☆☆☆☆

روحانی وظائف

جادو، آسیب، شرِ جنات، عملیاتِ بد اور ان کی وجہ سے پیدا شدہ بیماریوں سے دائمی حفاظت اور خیر و برکت کے لئے روزانہ درج ذیل وظائف کا معمول ان آفات سے روحانی حصار اور چشمہ برکت ہے:

پہلا وظیفہ: معوّذاتِ ثلاثہ: جادو، ٹونہ، شرِّ جنات، شیطانی عملیات، نظرِ بد اور دیگر ہر قسم کے برے اثرات سے نجات، حفاظت اور شفایابی کے لئے درج ذیل وظیفہ نہایت مفید اور مؤثر ہے:

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ ﴿قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ○ اَللهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ۵ وَ لَمْ يُوْلَدْ ○ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○﴾ (الاخلاص،۱۱۲)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ○ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○﴾ (الفلق،۱۱۳)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ○﴾ (الناس،۱۱۴)

۳ بار، ۷ بار یا ۱۱ بار پڑھ کر صبح وشام دم کریں۔ پانی دم کر کے پئیں/ پلائیں۔ حسب ضرورت پانی پر دم کر کے غسل بھی کر سکتے ہیں۔ جادوٹونہ کے اثرات اور شرِّ جنّات سے نجات کے لئے پانی پر دم کر کے گھر کے اندر چھڑکاؤ کریں۔

- یہ عمل ۷ دن، ۱۱ دن یا حسبِ ضرورت ۴۰ دن تک جاری رکھیں۔

دوسرا وظیفہ: اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ○﴾ (الفاتحہ، ۱:۱۔۷)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ ﴿اَللهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○﴾ (البقرۃ، ۲: ۲۵۵)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ وَ لَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ وَ لَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَ لِيَ دِيْنِ ○﴾ (الکافرون، ۱۰۹: ۱۔۵)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ ﴿قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ○ اَللهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ۵ وَ لَمْ يُوْلَدْ ○ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○﴾ (الاخلاص، ۱۱۲: ۱۔۴)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ○ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○﴾ (الفلق، ۱۱۳: ۱۔۵)

اَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ○﴾ (الناس، ۱۱۴: ۱۔۶)

- اس وظیفہ کو ایک (۱) بار، ۳ بار یا ۷ بار بعد نمازِ فجر یا بعد نمازِ عشاء پڑھ کر سونے سے قبل دم کریں اور ہاتھ پر پھونک کر پورے بدن پر مسح کریں اور پانی دم کر کے پئیں۔
- یہ وظیفہ ۷ دن، ۱۱ دن، ۳۰ دن یا ۴۰ دن جاری رکھیں۔ ☆☆☆☆☆

Importance of Economic Development for the progress of Developing Countries

(Hadia Saqib Hashmi)

Economic development is one of the subjects that basically are categorized as a science that offers an approach in reaching the ultimate goals of developing economics science. However, the conventional approach, that has been built, is being considered failure in solving the Ummah problems, such as poverty, backwardness in human capital, and attainment in proper jobs and life, and even a climate change issue. Unfortunately, those condition are predominantly found in Muslim world, whereby inherently have been emerging and embodying in Muslim life. Furthermore, arguably the paradox of Muslim world has been facing, is that, it is naturally resource rich but economically and commonly weak and poor. As matter of the fact that in Muslim society, there is a lack of motivation achievement. So that, there is no rule out the possibility to find out the appearance a number of approaches within Islamic framework, notably in the area of economic development (Kusuma, 2010)

Conventional Concept of Economic Development

In a conventional system, the concept of economic development is centered mainly on the pursuit of personal gain, in the form of satisfaction, utility, or profit. The pursuit of self-interest in a conventional economy may not necessarily lead to improvements in the general well-being of society. Monopolistic situations may develop; price distortions, speculation, and hoarding of goods may ensue, and can result in certain segments of the society being deprived in favour of others with more influence in the market. It follows that in a conventional economy, the well-being of the society as a whole is not central in

the pursuit of economic development. The conventional world view separates the worldly and spiritual affairs of life. Thus, the concept of economic development is devoid of any spiritual values. Absolute freedom is granted to individuals in their economic pursuits, which in most circumstances focus on the material interest alone. Any incentive structures or sanctions put in place to guide human behaviour in the economy are based on man-made rules and are subject to discretionary changes and influence. Traditionally, in a conventional system, the process of economic development is centered on the quest for increasing economic prosperity, as evidenced by early discussions on economic development following World War II, which focused mainly on the structural transformation of economies toward increasing the level of productivity and per capita income.

The Islamic concept of Economic Development

The concepts of economic and human development in Islam are not time dependent, as Islam is an immutable rules-based system. The rules of behaviour for humans and society to achieve material and nonmaterial progress are grounded by the rules prescribed in the Qur'an. The Islamic concept of development covers three interrelated dimensions: Iindividual human development, physical-material development, and development of the human collectivity.

The first dimension is the most important, and specifies a dynamic process of the growth of individuals toward realizing their full potential given by the Creator. The second dimension refers to the utilization of natural resources provided by the Creator to meet the material needs of individuals and society. The third dimension refers to the progress of the human collectivity toward full integration and unity. The first dimension-which starts from an intense awareness of oneself and the Creator, such that every action is taken in compliance with the rules prescribed by the Creator-will lead to harmony and unity with the rest of humanity and creation. Failure for the three dimensions to proceed in tandem leads to harmful distortions.

The achievement of the three dimensions is reflected in the principal teaching of Islam, which is justice and equity. Every rule in Islam enjoins activities

that serve to remove obstacles from the path of humans toward individual and collective well-being and spiritual fulfillment, in line with the Creator. Consequently, the development in the human collectivity and the physical-material realm will be achieved as the actions and decisions of humans are taken in consonance with the well-being of the society and the environment, as well.

Current condition of Developing Countries regarding economic development

Islamic world, currently, have been facing several acute problems which are basically affording a low quality of life, such as poverty incident, starving, and hunger. All of those examples are seriously exacerbating and creating the social problems in the Muslims society. Let's put one case in terms of poverty incident in presently world. Among 107 developing countries, 1.3 billion people which is 22 percent of the whole world live in multidimensional poverty, from which half of them are children under age 18. According to the Global Multidimensional Poverty Index 2020 about 84.3 percent of poor live in South African and South Asian countries. Every multidimensionally poor person is being left behind in a critical mass of indicators. For example, 803 million multidimensionally poor people live in a household where someone is undernourished, 476 million have an out-of-school child at home, 1.2 billion lack access to clean cooking fuel, 687 million lack electricity and 1.03 billion have substandard housing materials. 107 million multidimensionally poor people are of age 60 or older, it's a particularly importantly figure during the COVID-19 pandemic (United Nations Development Programme, 2020).

Subsequently, the issue of poverty is discerned to be serious phenomena by the majority of Islamic scholars. (Soava, Mehedintu, & Sterpu, 2020) argued theoretically for poverty case which is substantially called for "Poverty Growth Inequality Triangle". They are arguing that poverty inevitably will have caused some negative trickle down effects, such as (1) a poor household are unable to participate in the development process, and also automatically being exclusive from financial system, (2) The poor and destitute people will tend to fall into poverty trap cycle that will encourage them, the poor and destitute, to be less

competitive and backward in knowledge. Accordingly, (3) poverty will create low aggregate income level and being slow down the economic growth, and finally, (4) Economic growth which is created in the system, and considered as results of economic progress, is able to change on income distribution because of income distribution initially is shared on early stage of development, however, the shared of income then only will be preferably circulated around groups who are having dominant share of wealth in a certain economy area.

Islamic social finance and Economic Development

The pandemic COVID 19 has drowned the developing countries in financial crises, unemployment and poverty. Islamic Social Finance has the capability to face this challenge and be utilized as a solution for the elimination of Poverty. (Qadri & Ali, 2020) has presented a novel model to eliminate poverty. The model is also based on zakat and it is blended with Islamic microfinancing. One of the reasons of failing of zakat system is that the zakat distribution is being done in various countries such as Pakistan in a traditional way and majority of the zakat payers pay it informally and oftenly pay zakat to their known needy persons in small pieces. This amount heals the wounds of recipient for a very short time period and temporarily. In the next year, the same recipient remains in the list for receiving zakat and the cycle goes on. Likewise, in the centralized system, where zakat is being collected by the government and registered NGOs, zakat is distributed in various sectors in minor pieces. In a gist, it can be said that zakat funds are distributed as a charity and not managed in way as the financial funds are managed. Resultantly, the people do not come out of poverty who receive this small amount every year.

This instigates us to come up with a kind of model that would break this cycle of being remaining zakat recipient for years. In his proposed model, the zakat funds are being utilized as funds for microfinancing on Islamic finance modes. It would be based on Qard e Hassana or any other viable mode. The zakat will be distributed in a way that each year the recipients' number would go down and eventually, those who were the recipients will become the Zakat givers.

Conclusion:

The present economic system falls to satisfies and fulfill the goals of

economic development, namely fulfilling fairly the fulfillment of material development of individual and society leading to maximum socio-economic welfare and the ultimate good of mankind. In opposite, poverty, unemployment, and unjust income distribution have been inherited in current society, and unfortunately majority found in Muslims society. Therefore, Islam comes up with the notion of economic development concepts which are also focusing more on moral, spiritual, and norms aspects which are hopefully able to eliminate and alleviate of those social ill.

References:

Kusuma, D. B. W. (2010). Economic Development in Islamic Perspective. Presented at the International Conference on Business and Economics.

Qadri, & Ali. (2020). A Blended Model of Islamic Social Finance to Alleviate Poverty and Boost Economic Development: A Post COVID-Approach. Global Islamic Finance Report, GIFR 2020. Edbiz Consulting. UK

Soava, G., Mehedintu, A., & Sterpu, M. (2020). Relations between Income Inequality, Economic Growth and Poverty Threshhold: New Evidences from EU Countries Panels. Technological and Economic Development of Economy, 26(2), 290-310.

United Nations Development Programme. (2020). Charting pathways out of multidimensional poverty: Achieving the SDGs. Retrieved from http://hdr.undp.org/sites/default/files/2020_mpi_report_en.pdf

☆☆☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ ٹیم 2020-2022 کی تقریب حلف برداری کی تصویری جھلکیاں

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
DEC-2020
LAHORE
Regd CPL No.45

عالمی میلاد کانفرنس 2020ء کے موقع پر نئی آنے والی کتب

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

کی اسلام کے علمی و عملی، اخلاقی و روحانی، تعلیمی و سائنسی، فقہی و قانونی

انقلابی و فکری اور عصری موضوعات پر 600 سے زائد کتب